جلد —— 54
شمارہ نمبر — E-02

فروری
2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

اس شمارے میں

★ دلچسپ اور عجیب
★ معاشرے کی تباہی تاریخ کے تناظر میں
★ دوست بنے دشمن
★ مسجد اقصیٰ کی پکار
★ رجب المرجب کی اہمیت
★ تربیت اولاد کے کچھ آسان فارمولے

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

محمد شعیب شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سوداگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورہ الکھف		۸
۲	نعت	جناب حافظ محمد حسین حافظ	۱۲
۳	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۳
۴	خالقِ کائنات کون؟	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۴
۵	نظم:فاعلاتن____فاعلاتن____فاعلات	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۸
۶	ماں	ذرائع ابلاغ عامہ	۲۰
۷	امام مسلم	رانا ذیشان سلفی	۲۴
۸	ایک سبق، ایک درس	ذرائع ابلاغ عامہ	۲۶
۹	دلچسپ اور عجیب	ایکسپریس	۲۷
۱۰	معاشروں کی تباہی تاریخ کے تناظر میں	اللہ بخش فریدی	۲۸
۱۱	آج کے بچے	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۱
۱۲	لال مرغا	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۵
۱۳	دوست بنے دشمن	بچوں کی دنیا	۳۹
۱۴	پھول ناراض نہیں ہونگے	بچوں کی دنیا	۴۱
۱۵	نظم:ٹوٹ بٹوٹ نے کھایا پان	بچوں کی دنیا	۴۴
۱۶	اہلِ قلم	عبدالحفیظ ظفر	۴۷
۱۷	سائنس و ٹیکنالوجی میں ہمارا کردار	زہرا تنویر	۴۹
۱۸	اردو لغت	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۱
۱۹	طبِ نبوی ﷺ	جنگ نیوز	۵۷
۲۰	بواسیر جلن کا علاج	حکیم نیاز احمد ڈیال	۵۸
۲۱	انمول موتی		۶۱
۲۲	مسجدِ اقصیٰ کی پکار	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۲

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۳	احتیاط لازم ہے	عشرت جاوید	۶۴
۲۴	پہلا قدم شرط ہے	نوائے وقت	۶۷
۲۵	ناول "الف"	عمیرہ احمد	۶۹
۲۶	نظم	ذرائع ابلاغ عامہ	۷۴
۲۷	چونٹیوں کی قطار	ذرائع ابلاغ عامہ	۷۵
۲۸	معلومات ہی معلومات	ذرائع ابلاغ عامہ	۷۷
۲۹	بہن کے حقوق	میمونہ صدف	۷۸
۳۰	آج کل کے بچے ان کے سوالات اور ہماری سوچ	بچوں کی دنیا	۸۱
۳۱	رجب المرجب کی اہمیت	محمد فاروق ندوی	۸۶
۳۲	تربیتِ اولاد کے کچھ آسان فارمولے	ذرائع ابلاغ عامہ	۸۸
۳۳	علم دریچے	بچوں کی دنیا	۸۹
۳۴	پاکستان کی آپ بیتی	مہوش وقاص	۹۱
۳۵	ہنسی گھر	بچوں کی دنیا	۹۴
۳۶	بوجھو تو جانیں	بچوں کی دنیا	۹۵
۳۷	گھریلو ٹوٹکے	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۶
۳۸	یوگا کے فائدے	مریم خالد	۹۸
۳۹	کھانا خزانہ	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۰۰
۴۰	بیت بازی	بچوں کی دنیا	۱۰۲
۴۱	مسنون اذکار	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۰۴

عہدیداران وار اکین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب محمد شعیب شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبد المالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوٰۃ سب کمیٹی
۹	جناب صبور احمد صاحب	ناظم یوتھ ونگ سب کمیٹی
۱۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوٰۃ سب کمیٹی
۱۱	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۲	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۳	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۴	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کٹھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اقدام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام: کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title: Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوٰۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور ایم ایم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورۃ الکھف

کہف کے معنی "غار" کے ہیں اس سورۃ میں غار والوں کا قصہ بتایا گیا ہے۔اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام کہف رکھا گیا ہے۔اور اس سورۃ میں سب سے پہلے یہی بتایا گیا ہے دنیا کی زندگی ایک آزمائش ہے۔

"ہم نے زمین کی چیزوں کو اس زمین کے لیے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سب سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔"

سورۃ الکہف میں چار قصوں اور چار آزمائشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں سے ہر ایک قصے میں ان آزمائشوں سے حفاظت اور بچاؤ کا طریقہ موجود ہے جو ہر کسی کو پیش آتی ہیں اور تقریباً اس سورت کے درمیان میں ابلیس شیطان کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے اور راہِ راست سے بھٹکاتا ہے۔

۱:غاروں والوں کا قصہ

۲:دو آدمی اور دو باغ والوں کا قصہ

۳:موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا قصہ

۴:ذوالقرنین کا قصہ

۱:اس سورت میں سب سے پہلے دین اور ایمان میں پیش آنے والی آزمائش کا ذکر ہے۔

☆غار والوں کے قصے سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ انسان اپنے دین و ایمان کے بارے میں فتنے اور آزمائش میں ڈالا جا سکتا ہے مگر اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے۔

☆ دین و ایمان کی آزمائش سے بچنے کا ایک اور طریقہ اللہ پاک نے بتایا ہے کہ انسان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے تاکہ غفلت و نسیان کی صورت میں وہ اس کی تنبیہ کریں، یاد دہانی کی صورت میں وہ اس کی مدد کریں اور راستہ بھٹکنے کی صورت میں اسے راہِ راست پر لائیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۲۸)

ترجمہ:

اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اور تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا، اور جس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے۔

۲: سورہ کہف کا دوسرا حصہ مال اور اولاد کی آزمائش کے بارے میں ہے۔ دو باغ والوں کا قصہ جن میں ایک غریب تھا اور ایک کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نعمتوں سے نوازا تھا، اس کے پاس رزق کی فراوانی تھی، ان سارے انعامات و اکرامات پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اس نے ناشکری اور ناقدری کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یومِ آخرت کا انکار کر دیا اور اپنی مال اور دولت پر ناز و غرور کیا۔

چنانچہ مال و دولت پر اس فخر و مباہات کی پاداش اور لوگاں کے سامنے غرور و تکبر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باغات کو تباہ و برباد کر دیا اور اسے لوگوں کے لیے سامانِ عبرت بنا دیا۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (۴۶)

ترجمہ:

"مال و اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں، وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید وابستہ کرنے کے لیے بھی بہتر۔"

۳: تیسرے قصے میں علم کی آزمائش کا ذکر ہے جب موسیٰؑ سے بنی اسرائیل نے پوچھا:

"سب سے بڑا عالم کون ہے؟

تو موسیٰؑ نے جواب دیا:

"میں ہوں۔"

تو اللہ نے ان کی سرزنش کی کیونکہ جواب میں انہوں نے یہ نہیں کہا:

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا ہمارا ایک بندہ خضر ہے جو دو دریاؤں کے سنگم پر رہتا ہے اور اس کے پاس جو علم ہے وہ تمھارے پاس نہیں۔

لہذا علم کی آزمائش سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے لیے تواضع وخاکساری اختیار کرے اور ہمیشہ اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھے"

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورة الاسراء ۸۵)

ترجمہ:

"اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے، وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔"

۴: چوتھے قصے میں بادشاہت وسلطنت اور جاہ ومنصب کے فتنے کا ذکر ہے۔ ایک نیک بندے ذوالقرنین کا قصہ بیان کیا ہے جس کے پاس مشرق سے لیکر مضرب تک کی حکمرانی اور اسباب ووسائل کی فراوانی تھی مگر اس بندے نے زمین پر فساد کے بجائے اصلاح کا کام کیا، اور ایک قوم کے لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ یاجوج وماجوج زمین پر فساد پھیلا رہے ہیں اس لیے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دیجئے تاکہ ہم لوگ یاجوج ماجوج کے فتنے وفساد سے محفوظ رہیں۔ اور آپ نے بالا اجر تو دیوار تعمیر کر دی۔ اور یاجوج ماجوج قید ہو گئے، اسی طرح وہ تا قیامت قید رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں نکلنے کی اجازت دے۔

★

اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

ترجمہ:

"لہذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی امید ہو، اسے چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے، اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

مختصراً دنیا کی آزمائشوں اور فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور یاد رکھیں کہ یہ دنیا متاع قلیل ہے۔

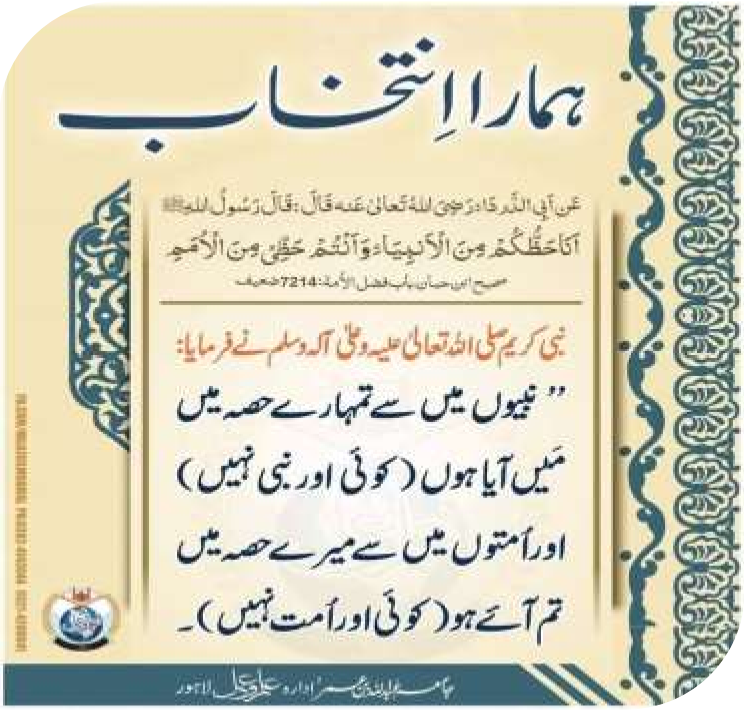

نعت

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے

(جناب حافظ محمد حسین حافظ)

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے
جو اُٹھوں تو کہتا اُٹھوں یا محمد ﷺ
جو بیٹھوں تو صلِّ علیٰ کہتا کہتا
کٹے عمر یا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے
شفاء آئے صلِّ علیٰ کہتے کہتے
جئیں ہم سدا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے
مریں ہم تو صلِّ علیٰ کہتے کہتے
اِک آئینہ حق نما بن گیا دل
تیرے حسن کو حق نما کہتے کہتے
پڑیں برچھیاں لاکھ دشمن کے دل پر
تھکوں میں نہ یا مصطفیٰ ﷺ کہتے کہتے
وہ کہہ دیتے اِک بار حافظؔ کو اچھا
بُرا کہنے والے بُرا کہتے کہتے

روشن خیالات

حضور اکرم ﷺ

دعا عبادت کا مغز ہے۔

حضرت ابوذر غفاری

انسانوں سے محبت کرنا، دراصل اللہ سے محبت کرنا ہے۔

بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

ایمان کے بغیر عبادت فضول ہے اور عمل کے بغیر علم بے کار ہے۔

عبدالستار ایدھی

انسانیت ایک بہت بڑا خزانہ ہے اسے لباس میں نہیں، انسان میں تلاش کرو۔

شیخ سعدی

اپنے حصے کا کام کیے بغیر دعا پر بھروسہ کرنا حماقت ہے اور اپنے کام پر بھروسہ کرکے دعا نہ کرنا تکبر ہے۔

اشفاق احمد

زندگی کے اکثر مقامات پر میں نے یہ جانا کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے اور تب ہی مجھے اندازہ ہوا کہ صرف اللہ کا ہونا کس قدر بہتر ہے۔

واصف علی واصف

دولت، رتبہ اور اختیار ملنے سے انسان بدلتا نہیں، بلکہ اس کا اصلی چہرہ سامنے آجاتا ہے۔

تاؤ

سب سے بہترین جنگجو وہ ہے جو کبھی غصہ نہ کرے۔

جوزف اسٹالن

مصنف اپنی سوچ کا مصور ہوتا ہے۔

ہنری فورڈ

کامیابی کے لیے سب سے بڑا راز ہر صورتِ حال کے لیے تیار رہنا ہے۔

خالقِ کائنات کون؟

سورج فضا میں ایک مقرر راستے پر پچھلے پانچ ارب سال سے 600 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے مسلسل بھاگا جا رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کا خاندان نو سیارے، 27 چاند اور لاکھوں میٹرائٹ کا قافلہ اسی رفتار سے جا رہا ہے۔ کبھی نہیں ہوا کہ تھک کر کوئی پیچھے رہ جائے یا غلطی سے کوئی ادھر ادھر ہو جائے سب اپنے اپنے پروگرام کے مطابق نہایت تابعداری سے چلے جا رہے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی کہے یہ چلتے ہیں لیکن چلانے والا کوئی نہیں، ڈیزائن ہے لیکن ڈیزائنر نہیں، قانون ہے لیکن قانون کو نافذ کرنے والا نہیں، کنٹرول ہے لیکن کنٹرولر نہیں بس یہ سب ایک حادثہ ہے۔

اسے آپ کیا کہیں گے؟

چاند تین لاکھ ستر ہزار میل دور زمین پر سمندروں کے اربوں کھربوں ٹن پانیوں کو ہر روز دو دفعہ مدوجزر سے ہلاتا رہتا ہے تاکہ ان میں بسنے والی مخلوق کے لیے ہوا سے مناسب مقدار میں آکسیجن کا انتظام ہوتا رہے۔ پانی صاف ہوتا رہے اس میں تعفن پیدا نہ ہو ساحلی علاقوں کی صفائی ہوتی رہے اور غلاظتیں بہہ کر گہرے پانیوں میں چلتی جائیں۔ یہی نہیں بلکہ سمندروں کا پانی ایک خاص مقدار میں کھارا ہے۔ پچھلے تین ارب سال سے زیادہ نہ کم نمکین بلکہ ایک مناسب توازن برقرار رکھے ہوئے ہے تاکہ اس میں چھوٹے بڑے سب ہی جانور آسانی سے تیر سکیں اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں سے بدبو نہ پھیلے۔

انہی میں کھارے اور میٹھے پانی کی لہریں بھی ساتھ ساتھ بہتی ہیں۔

سطح زمین کے نیچے بھی میٹھے پانی کے سمندر ہیں جو کھارے پانی کے کھلے سمندروں سے ملے ہوئے ہیں سب کے درمیان ایک غیب کا پردہ ہے تاکہ میٹھا پانی میٹھا رہے اور کھارا پانی کھارا۔

اس حیران کن انتظام کے پیچھے کون سی عقل ہے؟ اس توازن کو کون برقرار رکھے ہوئے ہے؟

کیا پانی کی اپنی سوچ تھی یا چاند کا فیصلہ؟

ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا عرب کے صحرا زدہ ملک میں جہاں کوئی اسکول اور کالج نہیں تھا ایک آدمی اٹھ کے سورج اور چاند کے بارے میں کہتا ہے کہ:

"سورج اور چاند حساب میں جکڑے ہوئے ہیں۔" سورہ الرحمٰن

★

سمندروں کی گہرائیوں کے متعلق بتاتا ہے کہ:

"(پھر بھی) ان کے درمیان ایک آڑ ہوتی ہے کہ وہ دونوں اپنی حد سے بڑھتے نہیں۔" سورہ الرحمٰن

جب ستاروں کو اپنی جگہ لٹکے ہوئے چراغ کہا جاتا تھا وہ کہتا ہے:

"اور یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔" سورہ یٰس

جب سورج کو ساکن تصور کیا جاتا تھا وہ کہتا ہے:

"اور سورج کے لیے جو مقرر راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔" سورہ یٰس

جب کائنات کو ایک جامد (چھت) کہا جاتا تھا وہ کہتا ہے یہ پھیل رہی ہے:

"اور ہم یقیناً وسعت پیدا کرنے والے ہیں۔" سورہ الذاریات

وہ نباتات اور حیوانات کی زندگی کے بارے میں بتاتا ہے کہ ان سب کی بنیاد پانی ہے۔

"تم خدائے رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔" سورہ الملک

جدید سائنس کی ان قابل فخر دریافتوں پر ساڑھے چودہ سو سال پہلے پردہ اٹھانے والا کس یونیورسٹی سے پڑھا تھا؟ کس لیبارٹری میں کام کرتا تھا؟

نومولود بچے کو کون سمجھاتا ہے کہ بھوک کے وقت رو کر ماں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے؟ ماں کو کون حوصلہ دیتا ہے کہ ہر خطرے کے سامنے سینہ سپر ہو کر بچے کو بچائے۔ ایک معمولی سی چڑیا شاہین سے مقابلے پر اتر آتی ہے یہ حوصلہ اسے کس نے دیا؟ مرغی کے بچے انڈے سے نکلتے ہی چلنے لگتے ہیں، حیوانات کے بچے بغیر سکھائے ماؤں کی طرف دودھ کے لیے لپکتے ہیں۔ انہیں یہ سب کچھ کون سکھاتا ہے؟ جانوروں کے دلوں میں کون محبت ڈال دیتا ہے کہ اپنی چونچوں میں خوراک لا کر اپنے بچوں کے منہ میں ڈالیں؟ یہ آدابِ زندگی انہوں نے کہاں سے سیکھی؟

شہد کی مکھیاں دور دراز باغوں میں ایک ایک پھول سے رس چوس چوس کر انتہائی ایمانداری سے لا کر چھتے میں جمع کرتی جاتی ہیں ایک ماہر سائنسدان کی طرح جانتی ہیں کہ کچھ پھول زہریلے ہیں ان کے

پاس نہیں جاتیں، ایک قابل انجینئر کی طرح شہد اور موم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا فن بھی جانتی ہیں، جب گرمی ہوتی ہے تو شہد کو کو پگھلا کر بہہ جانے سے بچانے کے لیے اپنے پروں کی حرکت سے پنکھا چلا کر ٹھنڈا کرنا بھی جانتی ہیں۔

موم سے ایسے گھر بناتی ہیں جسے دیکھ کر بڑے سے بڑے آرکٹک بھی حیرت زدہ ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے منظم طریقے سے کام کرتی ہیں کہ مثال نہیں۔ انہیں زندگی کے طریقے کس نے سکھائے؟ انہیں یہ عقل کس نے دی؟

مکڑا اپنے منہ کے لعاب سے شکار پکڑنے کا ایسا جال بناتا ہے کہ جدید ٹیکسٹائل انجینئرنگ بھی اس بناوٹ کا ایسا نفیس دھاگا بنانے سے قاصر ہیں۔ چوٹیاں گرمیوں میں موسم سرما کے لیے خوراک جمع کرتی ہیں، اپنے بچوں کے لئے گھر بناتی ہیں۔ اتنے منظم طریقے سے رہتی ہیں کہ جہاں مینجمنٹ کے تمام اصول حیران کن حد تک کارفرما ہو جائیں۔ ٹھنڈے پانی میں رہنے والی مچھلیاں اپنے وطن سے ہزاروں میل دور گرم پانی میں انڈے دیتی ہیں لیکن ان سے نکلنے والے بچے جوان ہو کر ماں کے وطن خود بخود پہنچ جاتے ہیں۔

نباتات کی زندگی کا سائیکل بھی کم حیران کن نہیں جراثیم اور بیکٹیریا کیسے کروڑوں سالوں سے اپنی بقا کو قائم رکھے ہوئے ہیں؟ زندگی کے گر انھیں کس نے سکھائے؟

کیا زمین اتنی عقل مند ہے کہ اس نے خود بخود لیل ونہار کا نظام قائم کر لیا، خود بخود اپنے محور پر 23•5 ڈگری جھک گئی تاکہ سارا سال موسم بدلتے رہیں۔ کبھی بہار، کبھی گرمی، کبھی سردی اور کبھی خزاں تاکہ اس پر بسنے والوں کو ہر طرح کی سبزیاں پھل اور خوراک سارا سال ملتی رہے۔ زمین، سورج، ہوائیں، پہاڑوں اور میدانوں نے مل کر سمندر کے ساتھ سمجھوتا کر رکھا ہے تاکہ سورج کی گرمی سے آبی بخارات اٹھیں، ہوائیں اربوں ٹن پانی کو اپنے دوش پر اٹھا کر پہاڑوں اور میدانوں تک لائیں، ستاروں سے آنے والی ریڈیائی ذرے بادلوں میں موجود پانی کو اکٹھا کر کے قطروں کی شکل دیں اور پھر یہ پانی میٹھا بن کر خشک میدانوں کو سیراب کرنے کے لیے برسے۔

جب سردیوں میں پانی کی کمی ضرورت ہوتی ہے تو یہ پہاڑوں پر برف کے ذخیرے کی صورت میں جمع ہو جاتا ہے گرمیوں میں جب زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ پگھل کر ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں میدانوں کو سیراب کرتے ہوئے واپس سمندر تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک ایسا شاندار متوازن نظام جو سب کو سیراب کرتا ہے اور کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا۔

کیا یہ بھی ستاروں ہوا اور زمین کی اپنی باہمی سوچ تھی؟ ہمارے (لبلبے) خون میں شوگر کی ایک خاص مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے، دل کا پمپ ہر منٹ ستر سے اسی دفعہ منظم باقاعدہ حرکت سے خون پمپ کرتا رہتا ہے۔ ایک 75 سالہ زندگی میں بلامرمت

تقریباً تین ارب بار دھڑکتا ہے۔ ہمارے گردے صفائی کی بے مثل اور عجیب فیکٹری ہیں جو جانتے ہیں کہ خون میں جسم کے لیے جو مفید ہے وہ رکھ لینا ہے اور فضلات کو باہر پھینک دینا ہے۔ معدہ حیران کن کیمیکل کمپلیکس ہے جو خوراک سے زندگی بخش اجزاٗ مثلاً پروٹین، کاربوہائیڈریٹس وغیرہ کو علیحدہ کر کے خون کے حوالے کر دیتا ہے اور فضلات کو باہر نکال دیتا ہے۔ انسانی جسم میں انجینئرنگ کے یہ شاہکار، سائنس کے یہ بے مثال نمونے، چھوٹے سے پیٹ میں یہ لاجواب فیکٹریاں کیا یہ سب کچھ یوں ہی بن گئے تھے؟ دماغ کو کس نے بنایا؟ مضبوط ہڈیوں کے خول میں بند۔ پانی میں تیرتا ہوا عقل کا خزانہ، معلومات کا سٹور، احکامات کا سینٹر، انسان اور اس کے ماحول کے درمیان رابطے کا ذریعہ، ایک ایسا کمپیوٹر کے انسان اس کی بناوٹ اور ڈیزائن کو ابھی تک سمجھ نہیں پایا۔ لاکھ کوششوں کے باوجود انسانی ہاتھ اور ذہن کا بنایا ہوا کوئی سپر کمپیوٹر بھی اس کے عشر عشیر تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر انسان کھربوں خلیات کا مجموعہ ہے اتنی چھوٹے کہ خوردبین کی مدد کے بغیر نظر نہیں آتے لیکن سب کے سب جانتے ہیں انہیں کیا کرنا ہے۔ یوں انسان کا ہر ایک خلیہ شعور رکھتا ہے اور اپنے وجود میں مکمل شخصیت ہے ان جینز میں ہماری پوری پروگرامنگ لکھی ہے زندگی اس پروگرام کے مطابق خود بخود چلتی رہتی ہے ہماری زندگی کا پورا ریکارڈ ہماری شخصیت، ہماری عقل و دانش غرض ہمارا سب کچھ پہلے ہی سے ان خلیات پر لکھا جا چکا ہے۔ یہ کس کی پروگرامنگ ہے؟ حیوانات ہو یا نباتات ان کے بیج کے اندر ان کا پورا نقشہ بند ہے۔ یہ کس کی نقشہ بندی ہے؟ خوردبین سے بھی مشکل سے نظر آنے والا سیل ایک مضبوط طاقت اور عقل و ہوش والا انسان بن جاتا ہے یہ کس کی بناوٹ ہے؟

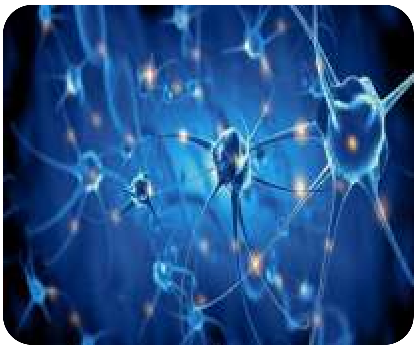

زبان اور تالو کے اجزاء کو سینکڑوں انداز میں حرکت دینا کس نے سکھایا؟ ان حرکات سے طرح طرح کی عقلمند آوازیں کون پیدا کرتا ہے؟

ان آوازوں کو معنی کون دیتا ہے؟

لاکھوں الفاظ اور ہزاروں زبانوں کا خالق کون ہے؟

سوال ہزار اور جواب صرف اور صرف ایک:

"لا الٰہ الا اللہ"

★

فاعلاتن___فاعلاتن___فاعلات

فاعلاتن___فاعلاتن___فاعلات

ایک گھونسہ ایک تھپڑ ایک لات

کون سنتا ہے بھلا محسن کی بات

پاگلاتن____پاگلاتن____پاگلات

قول عاطف سے نکل جائیگی رات

باوَلاتن____باوَلاتن_____باوَلات

محفلوں میں بیٹھ کر کرنا نہ بات

واہیاتن___واہیاتن_واہیات

جانتا ہوں میں تیرے دن اور رات

چغلیاتن___چغلیاتن____چغلیات

سب سے اچھا محکمہ ہے تعلیمات

تعطیلاتن__تعطیلاتن__تعطیلات

سب سے مہنگی عورتوں کی خواہشات

زیوراتن_____زیوراتن____زیورات

آدمی میں کم نہ ہوں گی تاحیات

خواہشاتن __ خواہشاتن __ خواہشات

دے چکیں تعلیم میں طلباء کو مات

طالیباتن ____ طالیباتن ____ طالیبات

مرد شاعر کی نکالیں گی برات

شاعراتن __ شاعراتن _ شاعرات

خوب کر بیگم کی، اس میں ہے نجات

تعریفاتن _____ تعریفاتن _____ تعریفات

آپ سب کو بھا گئی محسن کی بات

تسلیماتن ___ تسلیماتن ___ تسلیمات

ہر گلی کوچے میں پھرتی دیکھ لو

کاسیاتٌ __ عاریاتٌ __ فاحشات

شیخ جی کی ایک نہیں سات سات

بیگماتن ____ اہلیاتن ___ معشوقات

عورتوں کے بس یہی ہیں تین کام

فیشناتن ____ میکپاتن ___ چغلیات....!!!!😊

ماں

کل رات ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے زندگی کی کئی پہلوؤں کو چھو لیا۔

قریب شام کے 7 بجے ہونگے، موبائل کی گھنٹی بجی۔ اٹھایا تو ادھر سے رونے کی آواز ۔۔۔

میں نے چپ کرایا اور پوچھا کہ بھابی جی آخر ہوا کیا ؟؟

ادھر سے آواز آئی آپ کہاں ہیں ؟ اور کتنی دیر میں آسکتے ہیں ؟

میں نے کہا آپ پریشانی بتایئے اور بھائی صاحب کہاں ہیں ؟۔ اور ماں کدھر ہیں۔ آخر ہوا کیا ہے ؟

لیکن ادھر سے صرف ایک ہی رٹ کے آپ فوراً آجایئے۔

میں نے اسے مطمئن کرتے ہوئے کہا کہ ایک گھنٹہ لگے گا پہنچنے میں۔ جیسے تیسے گھبراہٹ میں وہاں پہنچا

دیکھا کہ بھائی صاحب، (جو ہمارے جج دوست ہیں) سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

بھابی جی رونا چیخنا کر رہی ہیں۔ بارہ سال کا بیٹا بھی پریشان ہے اور نو سال کی بیٹی بھی کچھ کہہ نہیں پا رہی ہے۔

میں نے بھائی صاحب سے پوچھا کہ " آخر کیا بات ہے "؟

بھائی صاحب کچھ جواب نہیں دے رہے تھے۔

پھر بھابی جی نے کہا؛ یہ دیکھیے طلاق کے کاغذات۔

کورٹ سے تیار کرا کر لائے ہیں۔ مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں۔

میں نے پوچھا" یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟؟؟ اتنی اچھی فیملی ہے، دو بچے ہیں۔ سب کچھ سیٹلڈ ہے۔ پہلی نظر میں مجھے لگا کے یہ مذاق ہے۔

لیکن میں نے بچوں سے پوچھا دادی کدھر ہیں۔ تو بچوں نے بتایا، پاپا انہیں ۳ دن پہلے "اولڈ ایج ہوم" میں شفٹ کر آئے ہیں۔

میں نے نوکر سے کہا؛ مجھے اور بھائی صاحب کو چائے پلاؤ۔

کچھ دیر میں چائے آئی بھائی صاحب کو میں نے بہت کوشش کی چائے پلانے کی۔ مگر انہوں نے نہیں پی۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ معصوم بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور بولے میں نے ۳ دنوں سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ میں اپنی 61 سال کی ماں کو کچھ لوگوں کے حوالے کر کے آیا ہوں۔

★

پچھلے سال سے میرے گھر میں ماں کے لیے اتنی مصیبتیں ہو گئیں کہ بیوی نے قسم کھالی کہ "میں ماں جی کا دھیان نہیں رکھ سکتی"

ناتو یہ ان سے بات کرتی تھی اور نہ میرے بچے ان سے بات کرتے تھے۔

روز میرے کورٹ سے آنے کے بعد ماں بہت روتی تھی۔

نوکر تک بھی ان سے خراب طرح سے پیش آتے تھے۔ اور اپنی منمانی کرتے تھے۔

ماں نے ۱۰ دن پہلے بول دیا۔۔۔۔۔ تو مجھے اولڈ ایج ہوم میں ڈال دے۔۔ میں نے بہت کوشش کی پوری فیملی کو سمجھانے کی، لیکن کسی نے ماں سے سیدھے منہ بات تک نہیں کی۔

جب میں دو سال کا تھا تب ابو انتقال کر گئے تھے۔ ماں نے دوسروں کے گھروں میں کام کر کے * مجھے پڑھایا * اس قابل بنایا کے میں آج ایک جج ہوں۔

لوگ بتاتے ہیں کہ ماں دوسروں کے گھر کام کرتے وقت کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑتی تھی۔ اس ماں کو میں آج اولڈ ایج ہوم میں چھوڑ آیا ہوں۔ میں اپنی ماں کے ایک ایک دکھ کو یاد کر کے تڑپ رہا ہوں جو انھوں نے صرف میرے لئے اٹھائے تھے۔

مجھے آج بھی یاد ہے جب میں میٹرک کے امتحان دینے والا تھا۔ ماں میرے ساتھ رات رات بھر بیٹھی رہتی تھی۔

ایک بار جب میں اسکول سے گھر آیا تو ماں کو بہت زبردست بخار میں مبتلا پایا۔۔ پورا جسم گرم اور تپ رہا تھا۔ میں نے ماں سے کہا تجھے تیز بخار ہے۔ تب ماں ہنستے ہوئے بولی ابھی کھانا بنا کر آئی ہوں اس لئے گرم ہے۔

لوگوں سے ادھار مانگ کر مجھے دہلی یونیورسٹی سے * ایل ایل بی * تک پڑھایا۔

مجھے ٹیوشن تک نہیں پڑھانے دیتی تھیں کہ کہیں میرا وقت برباد نہ ہو جائے۔ کہتے کہتے رونے لگے اور کہنے لگے۔ جب ایسی ماں کے ہم نہیں ہو سکے تو اپنے بیوی اور بچوں کے کیا ہونگے۔

ہم جن کے جسم کے ٹکڑے ہیں، آج ہم انکو ایسے لوگوں کے حوالے کر آئے، '''جو انکی عادت، انکی بیماری، انکے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔۔ جب میں ایسی ماں کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا تو میں کسی اور کے لئے بھلا کیا کر سکتا ہوں۔

آزادی اگر اتنی پیاری ہے اور ماں اتنی بوجھ ہے تو، میں پوری آزادی دینا چاہتا ہوں۔

جب میں بغیر باپ کے پل گیا تو یہ بچے بھی پل جاینگے۔ اسی لیے میں طلاق دینا چاہتا ہوں۔

ساری پراپرٹی میں ان لوگوں کے حوالے کر کے اس اولڈ ایج ہوم میں رہوں گا۔ وہاں کم سے کم ماں کے ساتھ رہ تو سکتا ہوں۔

اور اگر اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود ماں اولڈ ایج ہوم میں رہنے کے لئے مجبور ہے تو ایک دن مجھے بھی آخر وہاں جانا ہی پڑے گا۔ ماں کے ساتھ رہتے رہتے عادت بھی ہو جائے گی۔ ماں کی طرح تکلیف تو نہیں ہو گی۔

جتنا بولتے اس سے بھی زیادہ رو رہے تھے۔

★ اسی درمیان رات کے 12:30 ہو گئے میں نے بھابی جی کے چہرے کو دیکھا۔

انکا چہرے پچھتاوے کے جذبات سے بھرا ہوا تھے۔

میں نے ڈرائیور سے کہا" ابھی ہم لوگ نوئیڈا چلیں گے۔ بھابی جی، بچے، اور ہم سارے لوگ نوئیڈا پہنچے۔ بہت زیادہ گزارش کرنے پر گیٹ کھلا۔

بھائی صاحب نے گیٹ کیپر کے پیر پکڑ لیے۔ بولے میری ماں ہے۔ میں اسے لینے آیا ہوں۔

چوکیدار نے پوچھا" کیا کرتے ہو صاحب "؟

بھائی صاحب نے کہا: "میں ایک جج ہوں۔ "

اس چوکیدار نے کہا" جہاں سارے ثبوت سامنے ہیں تب تو آپ اپنی ماں کے ساتھ انصاف نہیں کر پائے۔ اوروں کے ساتھ کیا انصاف کرتے ہونگے صاحب۔

اتنا کہہ کر ہم لوگوں کو وہیں روک کر وہ اندر چلا گیا۔

اندر سے ایک عورت آئی جو وارڈن تھی۔ اسنے بڑے زہریلے لفظ میں کہا۔ 2 بجے رات کو آپ لوگ لے جا کے کہیں اسے مار دیں تو میں اللہ کو کیا جواب دونگی؟

میں نے وارڈن سے کہا" بہن آپ یقین کیجئے یہ لوگ بہت پچھتاوے میں جی رہے ہیں۔

آخر میں وہ کسی طرح ہمیں انکے کمرے میں لے گئی ۔ کمرے کا جو نظارہ تھا اسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔

صرف ایک فوٹو جس میں پوری فیملی ہے۔ وہ بھی ماں کے بغل میں جیسے بچے کو سلا رکھا ہے۔

مجھے دیکھا تو اسے لگا کہیں بات نہ کھل جائے۔

لیکن جب میں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کو لینے آئے ہیں تو پوری فیملی ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگی۔ آس پاس کے کمروں میں اور بھی بزرگ تھے۔ سب لوگ جاگ کر اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئے انکی بھی آنکھیں نم تھیں۔

کچھ وقت کے بعد چلنے کی تیاری ہوئی، پورے اولڈ ایج ہوم کے لوگ باہر تک ہمیں چھوڑنے آئے۔ ہمیں جاتے ہوئے دیکھ کر باقی سب لوگوں کو بھی ایک آس مل گئی کہ شاید انہیں بھی کوئی لینے آئے۔

راستے بھر بچے اور بھابی جی تو چپ چاپ رہے۔ مگر ماں اور بھائی صاحب ایک دوسرے کے جذبات کو اپنے پرانے رشتے پر بٹھا رہے تھے۔ گھر آتے آتے قریب 3:45 ہو گئے۔

بھابی جی بھی اپنی خوشی کی چابی کہاں ہے، یہ سمجھ گئی تھیں۔

میں بھی چل دیا لیکن راستے بھر وہ ساری باتیں اور نظارے آنکھوں میں گھومتے رہے۔

ماں صرف ماں ہے

★ اسکو مرنے سے پہلے نہ ماریں۔

ماں ہماری طاقت ہے۔اسے کمزور نہیں ہونے دیں۔اگر وہ کمزور ہوگئی تو ثقافت کی ریڑھ کمزور ہو جائے گی۔اور بنا ریڑھ کا سماج کیسا ہوتا ہے۔یہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

اگر آپ کے آس پڑوس یا رشتہ دار میں اسطرح کا کوئی مسئلہ ہو تو، انھیں یہ ضرور پڑھائیں۔اچھی طرح سمجھائیں، کچھ بھی کریں لیکن ہمیں جنم دینے والی ماں کو بے گھر، بے سہارا نہیں ہونے دیں۔اگر ماں کی آنکھ سے آنسو گر گئے تو یہ قرض کئی سالوں تک رہے گا۔

یقین مانیں سب ہو گا تمہارے پاس لیکن سکون نہیں ہو گا۔

سکون صرف ماں کے آنچل میں ہوتا ہے۔اس آنچل کو بکھرنے مت دینا۔

اس دل کو چھو لینے والی داستان کو خود بھی پڑھیں۔اور اپنے بچوں کو بھی پڑھنے کو دیں۔۔تاکہ اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔

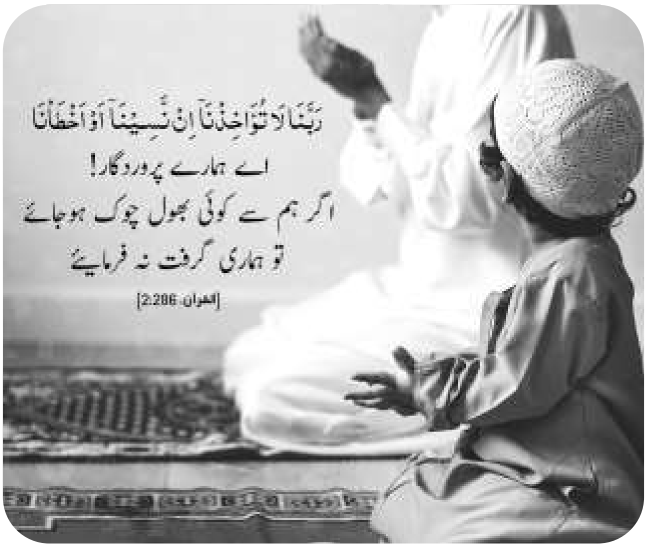

★

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

جن علماء اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا اور امت مسلمہ کا تعلق برقرار رکھنے کے لیے رات دن جدوجہد کی انہی میں ایک عظیم جلیل، صاحب مسلم، امام مسلم ہیں۔

نام اور سلسلہ نسب:۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اصل اور صحیح نام "مسلم" ہی ہے والد کا نام الحجاج تھا کنیت ابو الحسین اور لقب عساکر الدین ہے سلسلہ نسب یہ ہے، مسلم بن حجاج بن ورد بن مسلم ورد بن کوشار۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت قبیلہ قشیر کی طرف کی جاتی ہے اور خراسان کے ایک مشہور نیشاپور کی طرف نسبت کرتے ہوئے نیشا پوری بھی کہا جاتا ہے۔

سن ولادت: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے سن ولادت میں کچھ اختلاف ہے عام طور پر تین سن ولادت بیان کی جاتی ہیں، ۲۰۲ھ، ۲۰۴ھ اور ۲۰۶ھ

سن وفات: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بڑی عجیب انداز میں ہوئی وہ یہ کہ ایک مجلس مذاکرہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو فوری طور پر پوچھی گئی حدیث یاد نہ آئی تو گھر آکر وہ حدیث تلاش کرنی شروع کرنے بیٹھ گئے کسی نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھ دیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث تلاش کرنے کے لیے ایسے منہمک ہوئے ساتھ ساتھ ایک ایک کر کے کھجوریں بھی کھاتے رہے وہ حدیث بھی تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی اور وہ حدیث بھی مل گئی اور وہ کھجوروں کا ٹوکرا بھی کھاتے کھاتے ختم ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہی (اس قدر کثیر تعداد میں کھجوروں کا کھانا ہی) امام مسلم رح کی وفات کا سبب بن گیا، ۲۴ رجب ۲۶۱ھ بروز اتوار کے دن شام کے وقت وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔

ابتدائی حالات زندگی اور اساتذہ کرام: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۱۸ھ میں احادیث کا سماع شروع فرمایا۔ ان کے اساتذہ میں امام احمد ، امام حنبل امام احمد بن یونس، سعید بن منصور، ابو عبد اللہ بن مسلمہ وغیرہ شامل ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدین کی سرپرستی میں بہترین تربیت حاصل کی اور اس پاکیزہ تربیت کا یہی اثر تھا کہ ابتدائی عمر سے زندگی کے آخری لمحات تک امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی پرہیز گاری اور دینداری کی زندگی گزاری اور کبھی کسی کو اپنی زبان سے برا نہ کہا حتی کہ نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا پیٹا۔ نیشاپور میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، آپ کا قوت حافظہ اس قدر تھا کہ آپ نے

بہت ہی تھوڑے عرصہ میں رسمی علوم وفنون حاصل کر کے احادیث نبویہ کی طرف توجہ مبذول کرلی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کے لیے مختلف مقامات کی خاک چھانی عراق، حجاز، مصر، شام توکئی مرتبہ تشریف لے گئے اور بغداد میں تو آخری عمر تک سلسلہ سفر جاری رہا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد: صاحب ترمذی ابو عیسی ترمذی، امام ابو بکر ابن خزیمہ امام ابو عوانہ، ابو حاتم رازی یحیی بن ساعدہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے آئمہ حدیث شاگرد ہیں،

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف: امام مسلم کی سب سے مشہور و معروف اور مقبول عام تصنیف تو یہی صحیح مسلم ہی ہے لیکن اس کے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی کافی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں چند تصانیف یہ ہیں (۱) المسند الکبیر علی الرجال (۲) الاسماء والکنی (۳) کتاب الجامع علی الابواب (۴) الجامع الکبیر (۵) کتاب السیر (۶) کتاب علل (۷) کتاب الوجدان (۸) کتاب الاقران (۹) کتاب المشائخ ثوری (۱۰) کتاب سوالات امام احمد بن حنبل (۱۱) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۱۲) کتاب مشائخ مالک (۱۳) کتاب مشائخ ثوری (۱۴) کتاب مشائخ شعبہ (۱۵) کتاب اولاد صحابہ (۱۶) کتاب اوہام المحدثین (۱۷) کتاب رواہ الشامین (۱۸) کتاب رواۃ الاعتبار (۱۹) کتاب المخضرمین

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سلسلہ اسناد ان (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیتوں نے خود امام مسلم کے اساتذہ کرام کو بھی ان کا اس قدر گرویدہ بنالیا تھا کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن بھی پکار اٹھے کہ کہ لن نعدم الخیر ما ابقاک اللہ للمسلمین یعنی جب تک اللہ تعالی آپ رح کو مسلمانوں کے لیے زندہ رکھے گا، بھلائی ہمارے ہاتھ سے نہیں جانے پائے گی (مقدمہ فتح الملہم)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث نبویہ میں منتخب کر کے یہ کتاب صحیح مسلم تیار کی ہے اللہ پاک ہمیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق و محبت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مبارکہ کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

★

ایک سبق، ایک درس

مجھے اچانک کہیں سے ایک لاکھ روپے ملے یہ ایک لاکھ معجزانہ طور پر ایک دوست دے گیا کہ تم یہ پیسے رکھ لو
میں نے کہا لیکن کیوں۔۔۔۔۔۔

کہتا ویسے ہی میرے پاس پڑے تھے تو سوچا تمہیں دے آؤں شاید تمہارے کام آجائیں۔

کہنے لگا میں کافی دنوں سے تمہیں یہ پیسے دینا چاہتا تھا لیکن وقت نہیں مل رہا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کیوں پیسے دے رہا ہے اس کے بے حد اصرار پر میں نے پیسے لے کر گھر بھیج دیے کیونکہ پچھلے چھ ماہ سے میں پاکستان اپنی والدہ بیوی بچوں کو پیسے نہ بھیج سکا تھا۔ پیسے بھیجنے کے بعد امی کو فون کیا یہ بتانے کے لئے کہ آپ کو ایک لاکھ روپے بھیجے ہیں۔ دو دن تک بینک سے لے آئیں یہ سن کر والدہ نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا امی جی کیا ہوا؟ فون پر سسکیوں کی آواز سن کر پریشان ہو گیا، پھر پوچھا امی جی کیا ہوا؟ ماں کے حلق سے آواز نہ نکلی تھی بڑی مشکل سے روتے ہوئے بس یہی کہہ پائیں کہ "بے شک وہی رازق ہے وہی دینے والا ہے اور وہ انتظام کرتا ہے" اور روتی جاتیں جب کچھ صبر آیا تب امی جان کہنے لگیں کہ بتاؤ تمہارے پاس یہ پیسے کہاں سے آئے"؟ تم تو جاب سے فارغ ہو میں نے بتایا کہ ایک دوست گھر آکر دے گیا ہے۔

یہ الفاظ سننے تھے کہ پھر رونا شروع کر دیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ماجرا کیا ہے رونے کا سبب پوچھا کہ امی جی آپ رو کیوں رہی ہیں؟ کچھ تو بتائیں تو کہنے لگیں کہ "پندرہ دن پہلے مسجد سے چند لوگ آئے تھے کہ مسجد کی تعمیر میں کچھ حصہ ڈالیں۔ میں نے ایک ہزار روپے دینے کا وعدہ کر لیا تھا لیکن پیسوں کا انتظام نہیں ہو رہا تھا لیکن میں نے نیت کی تھی کہ جو بھی ہو جائے ایک ہزار مسجد کی تعمیر میں لازمی دینے ہیں ابھی دس منٹ پہلے وہ لوگ آئے تھے تو میں نے اپنی ساری جمع پونجی جو بڑی مشکل سے ہزار بنے ان کو دے دیئے اور ابھی دروازے سے واپس لوٹتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اب خدا سے تجارت کر لی اب رزق کا سامان وہ کرے گا اور دس منٹ بھی نہیں گزرے تمہارا فون آگیا کہ ایک لاکھ روپے بھیجے ہیں۔" امی روتی جا رہی تھیں اور کہتی جا رہی تھیں بے شک خدا کی راہ میں دینے والوں کو وہ اور بڑھ کر دیتا ہے۔

اس واقعہ نے میرا توکل اور بڑھا دیا کہ خدا کیسے رزق کا سامان کرتا ہے، کسی کے سامنے ہاتھ بھی پھیلانے نہیں دیتا۔ وہ ستار ہے پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور آزما بھی لیتا ہے کہ کون ہے جو تنگی کی حالت میں راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ بے شک وہ بڑا غفور الرحیم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔

★

دلچسپ اور عجیب

ٹوکیو : دس سالہ کیوٹا کاموگائی اپنی عمر کے بچوں سے دوگنی جسامت رکھتے ہیں۔ اب یہ حال یہ ہے کہ وہ اپنے سے بڑے بچوں کو بھی لڑائی میں گرادیتے ہیں۔

اس وقت ان کا وزن 85 کلوگرام ہے اور وہ ٹوکیو میں جوشِن جی بدھ مت کے مندر برطانیہ اور یوکرائن میں انڈرٹین سومو میں تربیت لے رہے ہیں۔ گزشتہ برس وہ مقابلے کے چیمپیئن بھی رہے ہیں۔ لیکن اب بھی وہ اپنے والد کی نگرانی میں ٹریننگ لیتے ہیں اور ہفتے میں چھ روز تک سخت ورزش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ شرمیلے کیوٹا نے اپنے خاندان کو مجبور کیا کہ وہ اسے ٹوکیو کے فیوکا گاوا کے علاقے میں منتقل کردیں جو سوموپہلوانی سکھانے کا ایک اہم مرکز بھی ہے۔ اس بچے کو یہاں کے بہت سے کلب اور اسکول نے داخلے کی پیش کش بھی کی ہے۔

اس کے والد انہیں سخت تربیت فراہم کرتے ہیں تاہم وہ میجی ایلیمنٹری اسکول میں تعلیم بھی باقاعدگی سے حاصل کر رہے ہیں۔ پہلوانی، ورزش اور تعلیم کے ساتھ ساتھ کیوٹا کو تفریح کے لیے بھی مناسب وقت فراہم کیا جاتا ہے۔

لیکن یادرہے کہ سوموپہلوانی کی تربیت بہت سخت اور مہنگی ہوتی ہے۔ اسے گوشت کے اسٹیک پسند ہیں اور روزانہ ایک لیٹر دودھ اس کی خوراک ہے۔ لیکن اس کے باوجود کیوٹا کو روزانہ 2700 سے 4000 کیلوریز کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ مناسب ورزش کرسکے۔

لیکن اس کی سب سے عجیب وغریب غذا وزن بڑھانے والی ایک ڈش ہے جسے 'چونکونابے' کہا جاتا ہے۔ اسے کھانے سے اگلے دو سے تین برس میں بچے کا وزن مزید 20 کلوگرام تک بڑھ جائے گا۔

★

معاشروں کی تباہی، تاریخ کے تناظر

انسان نے یقیناہر دور میں کوشش کی ہے کہ اس کی اجتماعی معاشرتی زندگی مستحکم رہے۔ جب حیاتِ انسانی کے ارتقا پر نظر ڈالیں تو ہمیں اِس کا رخ اجتماعیت کی طرف ہی نظر آتا ہے۔ تاریخ انسانی نے مختلف معاشرے تشکیل دیئے اور گردشِ زمانہ نے مختلف معاشروں کو پیوند خاک بھی کیا جب وہ اجتماعی طور پر فطرت کے خلاف چلیں، جب وہ قانون قدرت کو توڑ کر اس کی نافرمان و گستاخ بنے اور خدا کے متعین کردہ اصولوں سے انحراف کیا۔ بنی نوع انسان کو انفرادی بد عملی کی سزا دنیا میں نہیں ملتی اس کا حساب کتاب آخرت میں ہے مگر جب قومیں اجتماعی طور پر بد عمل ہو جائیں تو اس کی سزا دنیا ہی میں مل جایا کرتی ہے۔ جب قوموں میں بد عملی، بد خلقی، غفلت، بے راہ روی اجتماعی طور پر گھر کر جاتی ہے تو تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور تاریخ نے ایسے کئی مناظر دیکھے بھی ہیں۔ قرآن کریم میں بھی مختلف قوموں کی تباہی کا ذِکر کیا ہے جن میں اخلاقی خرابیاں اجتماعی طور پر گھر کر گئی تھیں۔

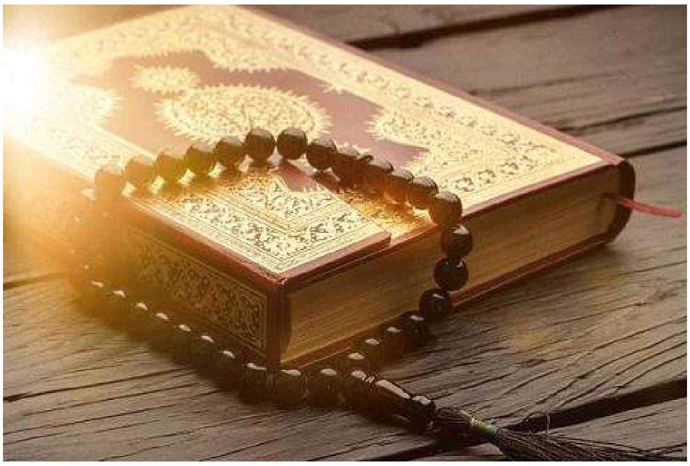

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جنہیں ہم نے زمین میں ایسا مضبوط و پائیدار اقتدار دیا تھا کہ ایسا اقتدار تمہیں بھی نہیں دیا اور ہم نے ان پر لگا تار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے ان (کے مکانات و محلّات) کے نیچے سے نہریں بہائیں پھر (اتنی پر عیش و عشرت والی زندگی دینے کے باوجود) ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری امتوں کو پیدا کیا۔"

(الانعام 6)

"اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا، اور ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایمان لاتے ہی نہ تھے، اسی طرح ہم مجرم قوم کو ان کے عمل کی سزا دیتے ہیں۔"

(یونس 13)

"اور ہم نے کوئی بھی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس بناء پر کہ ان کے پاس ہماری ایک روشن کتاب تھی (جس کی انہوں نے خلاف ورزی کی، سو ہم نے ان کو انجام تک پہنچا دیا)" (الحجر 4)

★

"اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے، کیا آپ ان میں سے کسی کا وجود بھی باقی دیکھتے ہیں یا کسی کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں۔"(مریم 98)

ہم تاریخ کے سبھی ادوار کھنگال کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی انسان کی معاشرتی زندگی میں بگاڑ غالب رہا اور اصلاح کے بہت کم آثار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسی مجموعی بگاڑ کے نتیجے میں قومیں زوال پذیر ہوئیں اور اپنے انجام کو پہنچیں۔

جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت قوموں کے عروج وزوال اور تباہی و بربادی کے قوانین کے اطلاق میں قوموں کے درمیان فرق نہیں کرتی، جو قوانین یہود و نصاریٰ کیلئے ہیں وہی امتِ مسلمہ کیلئے ہیں، جو اصول اہل باطل کیلئے ہیں وہی اہل حق کیلئے ہیں، جو ضابطے اہل کفر کیلئے ہیں وہی اہل ایمان کیلئے ہیں۔ قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین اٹل ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی ہے۔ ان کو ''سنۃ اللہ'' کہا گیا ہے۔

"یہی اللہ کی سنت (اللہ کریم کی عادت، اللہ کا قانون، اللہ کا اصول وضابطہ اور طور طریقہ رہا) ان لوگوں میں جو تم سے پہلے گزر چکے (اور یہی تمہارے لیے ہیں)، تم اللہ کے قانون وضابطے میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔"(الاحزاب 62)

قرآن کا پیمانہ ہمارے سامنے ہے اس سے ہم خود کو پرکھ سکتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ اس وقت ملت اسلامیہ کئی بڑے بڑے فتنوں اور صدموں میں گھری ہے۔ ہر بڑا فتنہ چاہے وہ ملکی سطح پر ہو یا عالمی سطح پر، سقوطِ بغداد ہو یا سقوطِ اندلس یا خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہو یا مسئلہ فلسطین اور کشمیر کا، مشرقی تیمور ہو یا چیچنیا، بوسینیا، کوسوؤ، سرب اور برمی مسلمانوں کی نسل کشی ہو یا افغانستان و عراق، شام، لیبیا کی مسماری یا ہندوستان میں اٹھتے مسلم کش فسادات ہوں، یہ سب امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے، آزمائش، پرکھانے اور انھیں خوابِ غفلت سے جگانے کیلئے رونما ہو رہے ہیں کہ یہ سب دیکھ کے ان کا خون کھولتا ہے یا نہیں؟ ان کا سویا ضمیر جاگتا ہے یا نہیں؟ ان کی ٹوٹی و مری ہوئی غیرت جاگتی ہے یا نہیں؟ مگر شاید ہم ان سب آزمائشوں میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کے بھی ہمارا خون نہیں کھولا، ہماری مردہ غیرت نہیں جاگی، ہمارے سوئے ضمیر بیدار نہیں ہوئے۔ بغداد جلتا رہا قوم سوئی رہی، کابل اجڑتا رہا قوم مدہوش تھی، عراق برباد ہو گیا قوم بے غیرتی کی چادر اوڑھے رہی، لیبیا پر آگ و آہن کی بارش ہوئی قوم غفلت سے بیدار نہ ہوئی، فلسطین و کشمیر، برما میں مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہی۔ قوم کی آنکھیں نہیں کھل رہیں۔ ہمارے عظیم جرنیل صلاح الدین ایوبی کی قبر کو ٹھوڈے مارے گئے اور کہا گیا۔ ''لو صلاح الدین ہم یہاں تک پہنچ آئے، تم کب تک سوئے رہو گے؟ دراصل یہ صلاح الدین ایوبیؒ کی قبر کو ٹھوڈا نہیں تھا بلکہ ملت اسلامیہ کے وجود پر ٹھوڈا تھا۔ ہمیں کہا گیا، ہمیں للکارا گیا کہ لو ہم یہاں تک پہنچ آئے تم غفلت سے کب اٹھو گے؟ تمہارے مردہ ضمیر کب جاگیں گے؟ تمہاری خوابیدہ مردہ روحیں کب بیدار ہوں گی ہم سے مقابلے کو؟

مگر افسوس ہم نے دشمن کی للکار پر کان نہیں دھرے۔ ہم 313 تھے تو زمانے کی کایا پلٹ دی، آج ہم ڈیڑھ ارب ہیں مگر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بے جان مٹی کا ڈھیر ہیں۔ مٹی میں بھی اگر جان ہو تو بڑے بڑے تن آور شجر پیدا کر کے سائباں تو مہیا کرتی ★

ہے، مگر ہماری پوری ملت اسلامیہ کے وجود کی مٹی اس سے بھی گئی گزری ہے، بالکل مری کھپی اور بے جان ہے کہ کوئی دیدہ ور پیدا نہیں کرپارہی جو سائبان بن کر امت پر سایہ فگن ہو۔ ہم تعداد میں اربوں مگر بے جان اور مردہ مٹی کے ڈھیر بن چکے ہیں۔ ہمارے حکمران بے غیرتی و بے حسی کی چادر اوڑھ چکے ہیں۔ ان کی مذہبی حمیت اور غیرتِ دینی دم توڑ چکی ہے، انہیں دین وملت کے ساتھ ہونے والی کسی بھی اونچ نیچ پر کوئی دکھ و صدمہ نہیں پہنچتا۔ دشمن کو میر صادق اور میر جعفر بہت سستے داموں مل رہے ہیں۔ جہاں بد دیانت حکومتیں ہوں، کرپٹ انتظامیہ، بے ضمیر رہنما، جھگڑالو علماء، فسادی ملا، بے اثر پیر و مشائخ ہوں تو امت کی بیداری و اصلاح کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ چمن کے مالی خود ہی چمن کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور اس کے تنوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

آج کس کے گھر لوٹے جا رہے ہیں؟ کس کے وسائل پر قبضے ہو رہے ہیں؟ آج دنیا میں چار سُو کس کی نسل کشی کی جا رہی ہے؟ آج ہر سو جلی نعشیں، بکھرے لاشے، کٹے اعضاء، بین کرتی مائیں، سسکتی بہنیں، اجڑے سہاگ، بلکتے بے سہارا بچے کس ملت سے وابستہ ہیں؟ آج دنیا میں کونسی قوم ظلم وجبر کی چکی میں پس رہی ہے؟ کیا کبھی کسی نے یہ سوچا؟ کیا یہ سب کچھ دیکھ کے کبھی کسی کا خون کھولا؟ کب بیدار ہو گی یہ سوئی بے جان ملت؟ کب کھولیں گی اس مردہ بے ضمیر امت کی آنکھیں؟ اگر کسی بہت گہری نیند سوئے آدمی کو ٹارچر کریں یا کوئی کیڑا مکوڑا بھی ڈس لے تو وہ فوراً بیدار ہو کر ہوشیار ہو جاتا ہے۔

مگر بد نصیب قوم ایسی مدہوش نیند سوئی ہے کہ اتنے بڑے بڑے ٹارچر پہنچنے پر بھی قوم میں ذرا جنبش نہیں آئی کہ وہ کروٹ ہی بدل لے۔ جیسے کسی مردہ کو جتنا مرضی ٹارچر کرتے رہو اس میں ذرا جنبش نہیں آتی بالکل یہی حال ہمارا ہے۔ ہم غفلت میں پڑے اتنی گہری نیند سو رہے ہیں کہ ہماری ملت کے جسم پر کتنے بڑے بڑے ٹارچر اور زخم آئے مگر ہم میں ذرا حرکت و جنبش نہیں آئی۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم بیدار ہونے کیلئے اسرافیل علیہ السلام کے ثور پھونکنے کی آواز کے منتظر ہوں کہ ہمیں اگر ثور کی آواز سنائی دے گئی تو ہم اٹھیں گے اس سے پہلے ہم اٹھنے والے نہیں مگر اس وقت اٹھنا ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہمارے کسی مفاد میں ہو گا۔

کتابِ رحمت کو آگ لگا کر اور پیغمبرِ رحمت کے خاکے تراش کر کے مسلمانوں کو ذہنی اذیت دی جا رہی ہے تب بھی غفلت کی نیند سوئی قوم بیدار نہیں ہو رہی۔ ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے، ہماری غیرت دم توڑ چکی۔ اس کی ایک زندہ مثال ابھی کل کی پیش کرتا ہوں کہ وہ کمینہ انسان امریکی جنرل ہوڈنے گوانتاموبے کے قید خانہ میں مسلمانوں کو اذیت دینے کیلئے باتھ روموں میں ٹیشو کی جگہ قرآن مقدس کے اوراق رکھوائے۔ اس عمل پر تو قرون عالم میں مسلمانوں کو آگ لگ جانی چاہیے تھی اور غفلت سے اٹھ کھڑے ہو کر اس کمینے کو کیفر کردار تک پہنچاتے مگر افسوس کہ اسکے برعکس ہم نے کیا کیا۔ یہی کمینہ جنرل جب خود کو اسلام کا قلعہ کہنے والے ملک پاکستان آیا تو اُس دور کے حکمرانوں نے اس کے قدموں کے نیچے سرخ قالین بچھا کر اس کا پر تپاک استقبال کیا۔ یہ اس کی زندہ مثال ہے کہ ہماری غیرت مردہ اور ضمیر دفن ہو چکا ہے۔ ★

یہ تمام قرائن و شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں سے ہر گز راضی نہیں اور اسی وجہ سے امتِ مسلمہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہی ہے۔ جب ہم لمبی لمبی، گڑ گڑا کر دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یا الٰہی! ہمارا حال دیکھ، تو حکم ہوتا ہے تُو اپنا نامہ اعمال دیکھ۔

دوسری قوموں سے نصیحت اور عبرت حاصل نہ کرنے کی وجہ سے قدرت ایسے ہی عذاب نازل کیا کرتی ہے۔ ضروری نہیں کہ آسمان سے پتھر برسیں یا زمین الٹ جائے اور خوفناک چنگھاڑ سنائی دے۔ یہ عذاب کبھی تاتاریوں تو کبھی عیسائیوں، ہلاکو خان، چنگیز خاں، تیمور خاں کے حملوں کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور اب امریکہ، ہند اور اسرائیل، طاغوتی و سامراجی قوتوں کے تسلط کی شکل میں ہم پر مسلط ہے۔ قدرت اسی طرح ایک غالب طاقت کو دوسری طاقت سے دفع کیا کرتی ہے اور سزا اور عقوبت کیلئے ظالم بادشاہوں کو مسلط کر دیتی ہے۔

آج ہمارے اندر ایمان کمزور ہے۔ مغرب کی مکاری اور تہذیب و فلسفہ نے ہمارے ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ ہمارے کردار یہود و نصاریٰ سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہم سے تو سِکھ بہتر ہیں جو اپنے گرو کی ایک ایک ادا کو اپنائے ہوئے ہیں، سکھ اس وقت دنیا میں جہاں بھی ہیں، جس عہدہ، جس منصب پر بھی ہیں وہ اپنے گرو کا نمونہ پیش کرتے ہیں، وہ دنیا کے بڑے سے بڑے منصب پر پہنچ کر بھی اپنے گرو کی سی داڑھی اور سر پر گرو کی سی پگ رکھنے سے نفرت و ہتک محسوس نہیں کرتے۔

ہمارے ہاں مجموعی افرادِ ملت تو دور کی بات جب ہم برصغیر اور بعض عرب ممالک سے باہر کے مذہبی رہنما، دینی اسکالرز، روحانی پیشوا، مساجد کے امام و خطیب دیکھیں تو ان کے چہروں پر نبی کریم کی سنت دکھائی نہیں دیتی۔ یہ حال ہے ہمارے مذہبی پیشواؤں کا۔ ہماری قوم کا اجتماعی رنگ و روپ مغرب زدہ ہے، اسلام زدہ نہیں۔ آپ ملک کے جس محکمہ، ادارہ، دفتر، بنک، اسکول، کالج و یونیورسٹی میں چلے جائیں آپ کو مغربی مقلد نظر آئیں گے۔ سب آپ کو مغربی رنگ و روپ میں ڈھلے نظر پڑیں گے۔ کلین شیو، پینٹ شرٹ، ٹائی باندھے بظاہر مغربی، ایمان اور رسول اللہ سے محبت ان کے اندر ایک بند کونے میں چھپی ہوتی ہے کہ بظاہر کوئی دیکھ کر نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہیں، جبکہ رسول اللہ سے وابستگی و محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ دنیا آپ کو دور سے دیکھ کر جان جائے کہ یہ محمد کریم کا غلام ہے۔

لہو و لعب میں جیتیں تو سر سجدے میں ہیں رکھتے
دکھائیں زمانے کو ہم بھی کہیں سے ہیں مسلم لگتے
واضح میں مغرب کی نمو، لباس سے بھی ہیں مغربی جھلکتے
پیرو کہاں سے لگتے آپ کے یہ مغرب و ہنود کے چھکتے
دیا آپ نے درس محبت و الفت و اخوت و وفا کا

★

سمجھا تیری قوم نے غداری و مکاری و عیاری و دغا کا

ہم میں مجموعی طور پر اپنے آقا کریم ﷺ کی کون سی ادا باقی ہے؟ ہم میں آقا کریم ﷺ کے کون سے اخلاق و اطوار باقی ہیں؟ ہم میں آپ کا کونسا کردار پایا جاتا ہے؟ ہم آپ کے کس اسوہ پر عمل پیرا ہیں؟ جواب... یقیناً کوئی نہیں، مگر اس کے برعکس آج وہ کونسی اخلاقی خرابیاں ہیں جو ہم میں، ہمارے معاشرہ میں اجتماعی طور پر موجود نہیں؟ وہ کونسی غلاظت، گندگی، بیہودگی ہے، وہ کونسے غلط اطوار ہیں جو ہم میں نہیں پائے جاتے؟ وہ کونسی بد خلقیات ہیں جن کی ہم میں کثرت نہیں؟ ظلم و زیادتی، فساد، حسد، حق تلفی اور مفاد پرستی کیا ہمارا اجتماعی فعل نہیں؟ منشیات کے بازار، ہوس کے اڈے، شراب خانے، جوا، چوری، ڈاکہ زنی، قتل و غارتگری، زناکاری، رشوت خوری، سود و حرام خوری، دھوکہ دہی، بددیانتی، جھوٹ، خوشامد، دوغلے پن، حرص، تمہ، لالچ، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی آخر وہ کون سا اخلاقی مرض ہے جو ہم میں نہیں پایا جاتا؟ بدعنوانی و کرپشن اور خود غرضی کا ایسا کونسا طریقہ ہے جو ہم نے ایجاد نہیں کیا؟ دھوکہ دہی، فریب اور مفاد پرستی کی ایسی کونسی قسم ہے جو ہمارے مسلم معاشرہ میں زوروں پر نہیں؟ تشدد، تعصب، عصبیت اور انسان دشمنی کے ایسے کونسے مظاہرے ہیں جو ہمارے اسلامی معاشرہ میں دیکھنے کو نہیں ملتے؟ ان سوالات کا جواب یقیناً ہاں میں ملے گا۔

یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ برا ہے ہمارے معاشرہ میں مگر پھر بھی ہم مسلمان کہلوانے میں ذرا شرم محسوس نہیں کرتے۔ اچھے مسلمان تو بہت دور کی بات ہم تو اچھے انسان بھی نہیں۔ ہماری مسجدوں سے جوتے اٹھائے جاتے ہیں، مسجدوں کے گندے لوٹے بھی لوگوں کی دست ریزی سے محفوظ نہیں، مسجدوں اور پبلک مقامات کی لیٹرینوں میں کیا کیا بیہودہ اخلاق سے گری باتیں لکھی ہوتی ہیں، گلی میں چلتے موبائل فون جھپٹ کر لے جاتے ہیں، ہمارے ہاں گلی بازاروں میں واٹر کولر نصب ہوں تو گلاس کو زنجیر سے باندھ کے رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ہے ہمارے کردار کی جھلک۔ ہمارے معاشرہ میں انسان نما جانور بستے ہیں، جنہیں نہ کوئی تہذیب ہے نہ کوئی شعور۔

منزل و مقصود قرآں دیگر است

رسم و آئیں مسلماں دیگر است

در دل او آتش سوزندہ نیست

مصطفی در سینہ او زندہ نیست

قرآن کریم کی منزل اور اس کا مقصود اور ہے، ہماری منزل اور ہمارا مقصود کچھ اور ہے۔ ہم کچھ اور کے طلبگار ہیں، ہم قرآن بھی رکھنا چاہتے ہیں اور باطل اطوار و روایات بھی۔ ہم سنت بھی رکھنا چاہتے ہیں اور غلط خرافات و کردار بھی۔ قرآن کے احکام، اصول و ضوابط کچھ اور ہیں جبکہ ہمارے رسوم، ہمارے اطوار، ہماری روایات کچھ اور ہیں۔ ہم قرآن کریم اور اس کی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مسلمان کے دل میں جلا دینے والی وہ آگ نہیں جو ہر باطل کو جلا دے۔ حضرت محمد مصطفی ان کے سینوں میں زندہ نہیں، ان کے دلوں میں حضور اکرم کی محبت و الفت باقی نہیں۔

★

آج کے بچے

آج کل کے بچے یہ کبھی نہیں جان پائیں گے کہ پرانے زمانے میں ہمیں مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر مار پڑتی تھی:

۱: پٹنے کے بعد رونے کی آواز پر

۲: پٹنے کے بعد نہ رونے کی آواز پر

۳: بغیر پٹے رونے کی آواز پر

۴: دوستوں کے ساتھ کھیلنے کو دنے پر

۵: دوستوں کے ساتھ نہ کھیلنے کو دنے پر

۶: جہاں بڑے بیٹھے ہوں، وہاں سے گزرنے پر

۷: بڑوں کو جواب دینے پر

۸: بڑوں کو جواب نہ دینے پر

۹: کافی عرصہ تک بغیر پٹے رہنے پر

۱۰: مہمانوں کو سلام نہ کرنے پر

۱۱: مہمانوں کے لئے بنائے گئے ناشتے پر ہاتھ صاف کرنے پر

۱۲: مہمانوں کے جاتے وقت ساتھ جانے کی ضد پر

۱۳: کھانے سے انکار پر

۱۴: غروب آفتاب کے بعد گھر آنے پر

۱۵: پڑوسیوں کے ہاں کھانا کھا لینے پر

★

۱۶:ضد کرنے پر

۱۷:بہت شوخا ہونے پر

۱۸:ہم عمر بچوں کے ساتھ لڑائی میں ہار جانے پر

۱۹:ہم عمر بچوں کے ساتھ لڑائی میں جیت جانے پر

۲۰: آہستہ آہستہ کھانے پر

۲۱:جلدی جلدی کھانے پر

۲۲:جب بڑے جاگ جائیں تو سوتے رہنے پر

۲۳:جب بڑے سو رہے ہوں تو شور کرنے پر

۲۴:کھانے کے دوران مہمانوں کو دیکھنے پر

۲۵:چلتے وقت جان کر گر جانے پر

۲۶:بڑوں کے ساتھ نظریں ملانے پر

۲۷:بڑوں کے ساتھ نظریں نہ ملانے پر

۲۸:بڑوں کے ساتھ بات کرتے وقت پلکیں جھپکانے پر

۲۹:بڑوں کے ساتھ بات کرتے وقت پلکیں نہ جھپکانے پر

۳۰:روتے ہوئے بچے کو دیکھ کر ہنسنے پر

★

لال مرغا

اکثر لوگوں کو شکایت ہوتی ہے کی ہم رائیٹرز حقیقت نہیں لکھتے سب فینٹسی ہوتا ہے۔ حقیقت سے کوسوں دور۔ تو چلیں آج میں کچھ حقیقت لکھتی ہوں۔

سو آج سے چار یا ساڑھے چار سال پہلے جب میں سکول میں ہوا کرتی تھی وہاں میری ایک کلاس فیلو کو من فرینڈ ہوا کرتی تھی۔ نام نہیں مینشن کروں گی۔

پانچویں کلاس سے میں کلاس مونیٹر رہی ہوں جس کی وجہ سے میں روزانہ جلدی سکول آیا کرتی تھی۔ مطلب اسمبلی ساڑھے نو کو لگتی تھی میں پونے نو (8:45) سکول میں ہوتی تھی۔ اور اتفاق سے میری وہ دوست بھی روزانہ اس وقت تک سکول پہنچ جاتی تھی۔ سو اِدھر اُدھر پڑھائی، ہوم ورک، ٹیچرز، دوستیں، کھیل کود وغیرہ کے درمیان کچھ عام سوال بھی ہوتے تھے جیسے ناشتے میں کیا کیا؟ کتنے بجے گھر سے روانہ ہوتی ہو؟ وغیرہ۔

جب وہ میرے اکثر ناشتے کی مینیو میں اس سے کئے گئے سوال پر مسکرا کے جواب دیتی تھی "🐓لال مرغا کھایا ہے🐓"۔ اس کے اس ایک ہی جواب سے میں بہت کنفیوز ہوتی تھی۔ اور غصہ بھی آتا تھا کے سیدھا سیدھا کہہ دے کہ چکن کھایا مرغا کھایا یہ بڑائی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خاص طور سے سامنے والے کو جتانا کہ "لال مرغا"🐓 کھایا۔ خیر اخلاقیات کا تکازہ کہیں یا کچھ اور پوچھنے کی زحمت کبھی نہیں اٹھائی۔

اتفاق سے وہ گاؤں سے آتی تھی سو بہت بار دل کیا زبان پر سوال مچلے کے کھل کر پوچھ لوں کہ یہ خاص کر لال مرغے والا اتفاق تمہارے پاس کیسے ہوتا ہے؟ یا کیا یہ لال مرغے کی خاص نسل تم لوگوں کے پاس ہی ہوتی ہے؟ یا پھر اتنی صبح جو تم آٹھ بجے گھر سے سکول کے لیے روانہ ہوتی ہو تو مرغا اتنی جلدی بن کیسے جاتا ہے؟ وغیرہ بہت سے سوال تھے ایسے۔

لیکن چاہ کر بھی میں نے کبھی پوچھا نہیں۔ کیونکہ میں اس سے زیادہ قریب نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کیوں پوچھنا بھئی جس کے اعمال جس کا جھوٹ سچ اسکے ساتھ۔ لیکن میں اب مستقل مزاجی سے اس کا جواب سننے کے لیے اس سے تقریباً روزانہ سوال کرنے لگی تھی۔ اور وہ جواب بھی ویسے ہی پیاری مسکراہٹ کے ساتھ دیتی تھی۔🐓 "لال مرغا کھایا🐓"

سو اسی طرح اس کے وہ ایک جواب سنتے سنتے چار سے پانچ سال گزر گئے نا میرا سوال بدلہ نا اس کا جواب۔ لیکن وہ مجھے اب اول درجے کی جھوٹی لگنے لگی تھی۔ مطلب کہ اتفاق ایک بار ہوتا ہے دو بار ہوتا ہے کہ بھئی گھر میں لال مرغا حلال ہو گیا۔ یہ ہفتے میں دو دو تین تین بار اتفاق ہونا کے گھر میں مرغا حلال ہو وہ بھی بالخصوص لال رنگ کا ہی ہو۔

★

اسی طرح ہم دسویں جماعت میں چلے آئے تھے۔ اور میرا سوال اب روزانہ ہونے لگا تھا۔ اگر کبھی بھول جاتی تو خاص کر جا کر سوال کرتی۔ اور وہ بھی بنا حیرت کا اظہار کئے پیاری سے مسکراہٹ کے ساتھ وہی جواب دیتی تھی۔" لال مرغا کھایا🐓" جس پر میں دانت پیس کر جبراً مسکراتے ہوئے وہاں سے نکل جاتی۔

دسویں جماعت کے آخر میں ہمارے سکول میں اینول فنکشن کی تقریب منعقد کی جا رہی تھی۔ کلاس مونیٹر ہونے کے ناطے اس دن مجھے کلاس ٹیچر نے اور جلدی آنے کی ہدایت دی تھی۔ سو اس دن میں آٹھ بجے سکول میں موجود تھی۔ حیرت کی بات میری وہ دوست بھی وہاں مجھ سے پہلے سے موجود تھی۔

فنکشن کے متعلق چند ایک باتوں کے بعد اپنی عادت سے مجبور میں نے اپنا سوال داغا اور اتفاق پھر ہوا مطلب جواب وہی تھا کہ 🐓 لال مرغا کھایا۔ 🐓

بس پھر اس دن میری بس ہو گئی۔ میں نے جبراً چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور سوال کیا کہ "

سوال: تم آج اتنی جلدی آگئی۔ کتنے بجے گھر سے نکلی تھی؟

جواب وہی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ آیا تھا کی آج بس لیٹ تھی اس لیے میں پہلے والی بس میں آگئی ہوں۔ جس کی وجہ سے آج مجھے سات بجے ہی گھر سے نکلنا پڑا۔ اس کا جواب سن کر میں نے دانت پیسے اور اگلا سوال داغا۔

سوال: اتنی صبح تمہارے پاس مرغا تیار ہو گیا حیرت کی بات ہے۔ میرا سوال سو فیصد طنزیہ تھا۔ لیکن برا منانے کے بجائے اس نے قہقہہ لگایا۔ اور پھر ہنس کر بولی۔

"لال مرغے کو پکانے کی کیا ضرورت ہے"؟ اسکے الٹا سوال جواب پر مجھے ابکائی آئی۔ مطلب کیا کچّی ہی کھا جاتے ہیں یہ لوگ۔ لیکن میں نے اپنے تاثرات نارمل کئے اور اپنے اتنے سال کے سوال کو زبان دی۔ اور سیدھے سیدھے سوال کیا۔

سوال: بھئی مجھے تمہاری ایک بات سمجھ نہیں آتی ہفتے میں دو سے تین دن تمہارے پاس مرغا حلال ہوتا ہے سمجھ آتی کہ تم گاؤں کے ہو آزادی سے بہت سے جانور پال سکتے ہو۔ اور چلو یہ بھی مان لیتی ہوں کہ گھر کی مرغی دال برابر۔

لیکن ایک بات جو سمجھ نہیں آتی وہ یہ کہ لال مرغا ہی کیوں سفید، کالا، ستر نگی، پیلا مطلب کوئی اور رنگ کیوں نہیں؟

کیا تم لوگوں کے پاس یہی ایک نسل کے مرغے ہوتے ہیں یا کوئی منت ونت بابا وغیرہ کا چکر ہے؟ (سوال پوچھتے عجیب تو بہت لگ رہا تھا لیکن یہ آخری سال تھا جس کے ختم ہونے میں محض دو مہینے باقی تھے۔ اب میری الجھن کو اور اسکی اس مستقل مزاجی سے بولے گئے جھوٹ کا کھلنا ضروری تھی)۔ لیکن اس وقت مجھے مزید حیرت کا جھٹکا لگا جب جواب دینے کے بجائے اس نے زور زور سے قہقہ لگانا شروع کر دیا تھا۔ اور جب جواب آیا تو مجھ پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کا جواب کچھ یوں تھا۔

"پاگل تم لال مرغے کا مطلب سچ مچ کا لال مرغا سمجھ رہی ہو؟ (میں نے بیل کی طرح سر ہلایا۔ جس پر اس نے مجھے ایک چپت رسید کی) اور گویا ہوئی۔

★

پاگل میرے لال مرغے کا مطلب اصلی والا لال مرغا نہیں بلکے "لال مرچ" ہے۔(اس کا جواب سنتے ہی میں اپنی جگہ بدک کے کھڑی ہوئی تھی۔ مطلب کھودا پہاڑ نکلا چوہا

تم لال مرچ کو مرغا کہتی ہو؟ بہت مشکل سے میں نے دوبارہ سوال کیا۔ جس پر اس نے وہی پیاری سی بے ریا مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

تمہیں لال مرچ اتنی پسند ہے کہ تم اسے روزانہ مطلب ہفتے میں دو سے تین بار آرام سے کھالیتی ہو؟ میں نے تھوک نگلتے ہوئے اگلا سوال کیا۔(کیونکہ میں تو سالن کا رنگ دیکھ کر گھر میں واویلا مچا دیتی ہوں کی یہ تیز ہے مجھے نہیں کھانا)۔

کس نے کہا کی مجھے پسند ہے؟ اس نے الٹا سوال کیا تھا(میرا منہ کھلا) میرے کھلے منہ کو دیکھ اسکی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی۔

"پسند نہیں تھا یار لیکن اب پسند بن چکا ہے کیونکہ یہ وہ لال مرچ ہی ہے جو میری سکول فیس ادا کرنے میں میری مدد کرتی ہے۔ سکول بکس خریدنے میں بھی یہی کار آمد ہے۔ سکول یونی فارم غرض میری بہت سی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے۔ دراصل میرے بابا ایک مرچ فیکٹری میں ورکر ہیں۔ جہاں مہینے کی آخر میں بچا ہوا کچھ مرچ یوں ہی ورکرز میں تقسیم کیا جاتا ہے جو بابا گھر لے آتے ہیں۔ جسے ہم اکثر کبھی رات کے کھانے میں تو کبھی دوپہر میں لال مرغا کہہ کر کھاتے ہیں۔ گھر کے پیچھے ایک ہمارا چھوٹا سا کھیت ہے وہاں سے جو سبزی ہوتی ہے اسے دوپہر میں بنایا جاتا ہے کیونکہ دوپہر میں سب کو ڈبہ لے جانا ہوتا ہے۔

دراصل ہم چاروں بہنیں ہی ہیں ہمارا کوئی بھائی نہیں۔ کرائے کا گھر ہے گھر کی کفالت بابا ہی کرتے ہیں۔ دو بڑی آپیوں کی شادی ہونا ہے میں اور مجھ سے بڑی والی آپی پڑھ رہی ہیں۔ بابا کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے جس سے ان کی تنخواہ میں کٹاوتی ہوتی ہے۔ بڑی آپی لوگ گورنمنٹ کالج سکول میں پڑھتی ہیں سو ان کی پڑھائی میں زیادہ خرچہ نہیں ہوتا لیکن مجھے اس سکول میں پڑھنے کا شوق تھا اور میرے شوق کو دیکھ کر بابا نے بنا کسی بات کی پرواہ کئے یہاں میرا داخلہ کرایا۔

شروع شروع میں مجھے بھی مرچ تیز لگتی تھی۔ بالکل پسند نہیں آتی میں بہت ضد کرتی تھی ماما سے۔ لیکن جب معلوم ہوا کی میرے مرچ کھانے سے میری پڑھائی میرے ڈریم پلیس پر ہو سکتی ہے۔ میرے خواب کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ مجھے لال مرغا بہت پسند آنے لگا۔ اور خوش ہو کر میں نے اس کا نام 🐓🐓لال مرغا🐓 رکھ دیا۔

تم دیکھنا نگہت ایک دن میں اپنے حالات بدل دونگی۔ میں اسی طرح محنت سے پڑھ کر بہت قابل بنوں گی۔ اور ماما بابا کا نام روشن کروں گی۔ اور ایک وہ دن بھی آئے گا جب واقعی ہمارا دستر خوان ایسے ہی سجا ہوگا۔ لیکن لال مرغا لال رنگ کا ہونا لازمی نہیں ہوگا"😂😂😂😂😂

قہقہہ لگاتے ہوئے یہ اس کے الفاظ تھے جو میں نے جوں کے توں اسی دن آکر اپنے نوٹ پیڈ میں لکھے تھے۔ پھر ان چار سالوں میں بدلے موبائل کے ساتھ میں نے اس تحریر کو تمام امپورٹنٹ ڈیٹا کے ساتھ یاد سے ایک سے دوسرے موبائل میں سیو کیا۔

★

پانچ سے چھ سال ہمارا ساتھ رہا تھا لیکن کبھی اس کے کسی عمل سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کی اس کے گھر کے حالات اتنے خراب ہیں۔ وہ واقعی کمال صابرہ لڑکی تھی۔ پڑھنے میں اچھی خاصی تھی لیکن اس کے زیادہ مارکس رائٹنگ کی وجہ سے کٹ جاتے تھے۔ وہ اپنی ہینڈ رائٹنگ سدھارنے کی بھی بہت کوشش کرتی تھی۔ محنتی تو خیر سے بہت تھی۔ اور میٹرک میں اس کے گریڈ اچھے آئے تھے۔ مجھے یقین ہے وہ اب بہت اچھے سے پڑھ رہی ہو گی اور اپنے مقصد کو پانے کے قریب ہو گی۔

میری دعا ہے پیاری لڑکی تم جہاں بھی ہو میں ایک دن تم سے ضرور ملوں اور جب ملوں تمہارے چہرے پر وہی پیاری مسکراہٹ ہو اور تم اپنے منزل پر کھڑی ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے (آمین)

دوست بنے دشمن

جب یہ دنیا آباد ہوئی تھی تو جانور ایک دوسرے کی بولی نہ صرف سمجھ سکتے تھے، بلکہ بول بھی سکتے تھے۔ وہ دوستوں کی طرح بڑی محبت سے رہتے تھے۔ دنیا امن کی جگہ تھی۔ اور سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔

کتا، بلی اور چوہا بڑی محبت سے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ وہ اکٹھا کھاتے، پیتے، ساتھ رہتے اور ایک دوسرے کی خوشیوں اور تکلیف میں شامل ہوتے، پھر ایک دن ایک غیر متوقع واقعہ کیا پیش آیا کہ سب کچھ ہی بدل گیا۔

ایک دن کتا گھر آیا تو اُس کے پاس ایک ہڈی تھی۔

بلی اور چوہا دونوں اس وقت گھر پر نہیں تھے، کیوں کے دونوں ہی کچھ کھانے پینے کی چیز ڈھونڈنے گئے تھے۔ کتے نے ابھی ہڈی زمین پر رکھی ہی تھی کہ اُسے ایک آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

اُسے شک ہوا تھا کہ اس کا مالک کہیں تکلیف میں نہ ہو یا پھر اُسے اس کی ضرورت نہ ہو۔

ابھی کتے کو گئے چند لمحے بھی نہ ہوئے تھے کہ بلی تھکی ہاری خالی ہاتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے ہڈی فوراً اپنے قبضے میں کی اور کوئی جگہ ڈھونے لگی تا کہ ہڈی کو چھپا سکے۔ ڈھونڈنے کے دوران اُسے زمین میں ایک سوراخ نظر آیا۔ وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی، پھر اُس نے سوراخ میں ہڈی چھپانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے مکان کی چھت کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے وہ مکان کی چھت پر پہنچ گئی۔

بلی دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ جب رات آئے گی تو تینوں دوست مل کر مزے اُڑائیں گے اور خوب ہلا کریں گے۔

کتا جب واپس آیا تو اُسے ہڈی کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ اُس نے سارے ہی کمروں میں ہڈی کو ڈھونڈا، مگر اُس کی تلاش بے فائدہ رہی، اسی دوران چوہا بھی خالی ہاتھ گھر واپس آ گیا۔

دونوں نے مل کر گھر کا کونا کونا چھان مارا، مگر ہڈی کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔ دونوں نے ہار نہیں مانی اور اپنی تلاش جاری رکھی۔ چوہے اور کتے کو اچانک چھت پر بلی کی جھلک نظر آئی تو دونوں کا ماتھا ٹھنکا۔ ضرور کوئی گڑبڑ تھی۔ ہڈی کی جھلک نظر آئی تو دونوں کو شک ہوا کہ بلی نے ہڈی کو اکیلے ہی اکیلے ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

چوہا جسامت میں بڑا اور طاقت ور تھا۔ اس نے دوڑ لگائی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ بلی کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اُس نے بے چاری بلی کو صفائی کا موقع دیے بغیر ہی اُس کی دُم پر حملہ کر دیا۔

چوہے کے پے در پے حملوں سے بچتے ہوئے بمشکل بلی کہہ سکی: ”میرے دوست! میری بات تو سنو میں ایک اچھے مقصد کے تحت یہ ہڈی اوپر چھت پر لائی تھی۔

چوہا سخت غصے میں تھا۔ بلی کی ٹانگ کو منھ میں دباتے ہوئے بولا: "مجھے تمھاری کوئی بھی دلیل متاثر کرنے والی نہیں۔ تم نے خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہڈی چرانے کی کوشش کی ہے۔"

بلی اور چوہے کے بیچ یہ لڑائی جاری تھی کہ اس دوران ہڈی پھسل کر چھت سے نیچے گر گئی۔

ہڈی دیکھتے ہی کتا تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ ہڈی منھ میں دباتے ہی وہ مکان کے بائیں جانب باغ کی طرف دوڑ پڑا۔

کتا باغ میں بیٹھا ان دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے یقین تھا کہ جلد ہی وہ تینوں کسی فیصلے پر ضرور پہنچ جائیں گے کہ ہڈی کی تقسیم تینوں دوستوں میں کیسے ہو۔

وہ دونوں کتے کو ڈھونڈتے رہے۔

جب کچھ دیر ہو گئی تو کتے کو بھوک ستانے لگی، اُس نے یہ سوچا کہ وہ اپنا حصہ کھا کر، بلی اور چوہے کو حصہ چھوڑ دے گا۔

بلی جب مکان کے بائیں جانب باغ میں پہنچتی ہے تو کیا دیکھتی ہے کہ کتا مزے سے ہڈی چبا رہا ہے۔

وہ ایسے ہی سخت غصے میں تھی، بلا سوچے سمجھے کتے پر جھپٹ پڑی۔ دونوں میں زور سے لڑائی ہونے لگی۔ دونوں ایک دوسرے کو کاٹنے اور بھنبھوڑنے لگے۔ چوہا الگ تاک میں تھا کہ ہڈی نیچے گرے اور میں لے بھاگوں۔ وہ کبھی بلی کی ٹانگ دبوچتا تو کبھی کتے کی دُم منھ میں دبا لیتا۔

اُن کی لڑائی کا شور سُن کو اُن کا مالک وہاں آیا۔ اُس نے دونوں کو ڈانٹا اور الگ الگ کیا۔ چوہا، کتا اور بلی مالک کے بیچ بچاؤ کرنے سے الگ الگ ہو گئے مگر اُن کے دلوں میں پڑی گرہ نہ نکل سکی۔ وہ دن اُن کی دوستی کا آخری دن تھا۔

اُس دن کے بعد سے جب بھی ان کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو کتا فوراً ہی بلی پر حملہ کر دیتا ہے اور وہ بھی جوابی وار کرنے سے باز نہیں آتی۔

بلی کو جب بھی کہیں چوہا نظر آتا تو وہ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑ پڑتی ہے۔ بلی کے ڈر سے چوہے نے بل بنا کر رہنا شروع کر دیا اور وہ اپنے بل سے اُسی وقت نکلتا ہے، جب بلی آس پاس نہ ہو۔

ہڈی کے ایک ٹکڑے اور تین دوستوں کے بیچ ہونے والی غلط فہمیوں نے دوستی کے خوب صورت رشتے کو ختم کر ڈالا۔

فلپائن کی مائیں اپنے بچوں کو آج بھی جب یہ کہانی سناتی ہیں تو انہیں یہ بتانا نہیں بھولتیں کہ دوستی کے رشتے میں خود غرضی، بے ایمانی اور غلط فہمی کو کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

آپ کا کیا خیال ہے؟

★

پھول ناراض نہیں ہونگے

دادی جان نے عبد اللہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو انھیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ بخار کی شدت میں خاصی کمی ہو گئی ہے۔ وہ ساری رات اپنے پوتے کی چارپائی کے قریب بیٹھی رہی تھیں۔ عبد اللہ کی والدہ دو سال پہلے ایسے ہی موسم میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلی گئی تھیں۔

عبد اللہ اس وقت آٹھ سال کا تھا۔ ماں کی جدائی میں وہ خوب رویا، آخر صبر آ ہی گیا۔ سردیوں نے اپنی آمد کا اعلان کیا تو عبد اللہ کو کشمیری سبز چائے کی یاد ستانے لگی۔ دادی جان خود بیمار تھیں۔ گھر کا کام کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ کارخانے جانے سے پہلے ابو جان گھر کا کچھ کام کر دیتے اور باقی کام دادی جان دن بھر میں کرتیں۔

انھیں معلوم تھا کہ عبد اللہ کو سبز چائے بہت پسند ہے۔ وہ ہر روز ایک مرتبہ اپنے پوتے کے لئے سبز چائے بناتیں۔

عبد اللہ مزے دار سبز چائے چسکیاں لے لے کر پیتا اور ہر گھونٹ پر ''واہ واہ' کرتا جاتا۔

باورچی خانے میں الماری میں چار کپ دکھائی دیتے تھے۔

ہر کپ پر ایک ایک تصویر تھی۔ تین کپ تو ہر روز استعمال ہوتے تھے۔ بس ایک کپ الماری ہی میں رکھا رہتا۔ وہ کپ عبد اللہ کی امی جان کا تھا۔ عبد اللہ جب بھی باورچی خانے میں آتا اس کی نظر کپ پر پڑتی تو بے اختیار سے امی جان کی یاد آ جاتی۔

کیا خوب صورت دن تھے۔ جب موسم بہار میں پہاڑیوں پر رنگ برنگے پھول کھلتے تو عبد اللہ امی جان کی اُنگلی پکڑے ان پھولوں کو دیکھنے ضرور جاتا۔ پھول تو اس بار بھی کھلے تھے، مگر اس بار امی جان نہیں تھیں۔ اب کی بار اس کی انگلی دادی جان نے پکڑی تھی۔

ایک رنگ برنگے پھول کو دیکھتے ہوئے اچانک اس نے سوال کیا: ''کیا ہم ایسے پھول گھر میں اُگا سکتے ہیں؟''

''ہاں، میرے بیٹے! ایسا کیا تو جا سکتا ہے۔'' دادی جان نے محبت بھرے انداز میں جواب دیا۔ عبد اللہ نے گھر میں پھول اُگانے کے لئے اپنے دوست دانیال کے ابو کی مدد لی۔

دانیال کے ابو کی پودوں کی نرسری تھی۔ زمین کی تیاری سے لے کر پھولوں کے ننھے ننھے پودے اُگانے تک ایک تجربہ کار مالی نے عبد اللہ کی رہنمائی کی۔ پودوں کی حفاظت عبد اللہ کے ساتھ ساتھ دادی جان نے بھی اپنے ذمے لے لی تھی۔ اب تو ہر روز عبد اللہ پودوں کو پانی دیتا۔

ہر پودے کو غور سے دیکھتا۔ ننھے ننھے پتوں پر اوس کے قطرے جب سورج کی روشنی سے چمکتے تو بہت بھلے دکھائی دیتے۔ عبد اللہ کی جب بھی آنکھ کھلتی، وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کھول کر پودوں پر نگاہ ڈالتا۔

★ وقت کے ساتھ ساتھ پودے بڑھتے چلے گئے۔

اس دن تو عبد اللہ کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ جب دو تین پودوں پر کونپلیں پھوٹ پڑیں تھیں۔ دادی جان نے اسے بتایا کہ اب ان کونپلوں سے پھول نکلیں گے۔ پیارے پیارے، خوب صورت پھول۔ عبد اللہ کو اس روز کا شدت سے انتظار تھا جب پھولوں کو ان کے آنگن میں کھلنا تھا۔

اگلے دن عبد اللہ نے سکول جاتے ہوئے اور پھر واپس آتے ہی کونپلوں کو غور سے دیکھا۔

وہ چھٹی کا دن تھا۔ عبد اللہ نے بستر سے نکل کر کھڑکی کے پٹ کھولتے تو ایک پودے پر کھلے ہوئے پھول پر اس کی نظر پڑی تو وہ خوشی سے بھاگتا ہوا کمرے سے باہر آکر چلانے لگا: ”دادی جان، ابو جان، دادی جان، !ابو جان“!

دادی جان تو تھوڑی دیر کے بعد باہر آئیں۔

پہلے ابو جان اس کے سامنے سوالیہ نشان بنے کھڑے تھے۔ ”ابو جان! وہ دیکھیے کتنا خوب صورت پھول کھلا ہے، آپ خود دیکھ لیجیے۔“ ابو جان اور دادی جان نے عبد اللہ کو ایک عرصے کے بعد اتنا خوش دیکھا تھا۔ امی جان کے دنیا سے جانے کے بعد وہ مرجھا سا گیا تھا۔

دادی جان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا: ”میرے آنگن کا پھول اسی طرح کھلا رہے۔“

عبد اللہ کے گھر میں بنے چھوٹے سے باغیچے میں پھول کھلتے ہی چلے گئے۔ وہ ان رنگ برنگے پھولوں کے بارے میں اپنے دوستوں کو بتاتے ہوئے بہت فخر محسوس کرتا۔

اپنے ماموں زاد بھائی شارق کو ان پھولوں کی تصویریں واٹس ایپ کیں تو اس نے لکھا کہ وہ جلد آکر ان پھولوں کو دیکھے گا۔ آنگن کے ساتھ ساتھ پہاڑیوں کے پھولوں نے بھی اپنی بہار دکھانا شروع کر دی تھی۔

بہار کے موسم میں وادی کشمیر پھولوں کی خوشبو سے مہک اٹھتی ہے۔

عبد اللہ نے اس موسم بہار میں شارق کے ساتھ پہاڑیوں پر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ شارق نے اتوار کو اس کے پاس آنے کے لئے کہا۔ سب تیاریاں مکمل تھیں۔ عبد اللہ نے ایک بیگ میں کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھ لی تھیں۔ شارق کے آنے سے ایک دن پہلے پورے علاقے میں کرفیو لگا دیا گیا۔

دادی جان نے اسے بتایا کہ ان حالات میں کوئی اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ابو جان بھی کارخانے نہ جا سکے۔ سکول بھی بند تھا۔ کچھ دن تو موبائل فون کی سہولت حاصل تھی، پھر وہ سہولت بھی ختم ہوگئی۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں قید ہو کر رہ گئے۔

عبد اللہ اپنے آنگن میں کھلے پھول دیکھ کر تو خوش تھا ہی اس کی خواہش تھی کہ وہ پھولوں کو دیکھنے کے لئے پہاڑیوں پر بھی جائے۔ اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پھول اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب بھی کرفیو میں ذرا نرمی ہوتی وہ دادی جان کی اُنگلی پکڑ کر ضد کرتا: ”چلیں پہاڑیوں پر پھول دیکھنے کے لئے۔“ ★

دادی جان اس سے کہتیں: ”پہاڑ دور ہیں، کرفیو پھر لگ جائے گا، واپسی نہیں ہو سکے گی۔“

”ہم واپس نہیں آئیں گے، پھولوں کے پاس ہی رہیں گے، چلیے دادی جان“!

عبد اللہ کی معصومیت پر دادی جان کو پیار آجاتا وہ آخر اپنے پیارے پوتے کو کس طرح سمجھاتیں۔

عبد اللہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ ضد کرتے کرتے وہ رو دیا تھا۔ دادی جان اور ابو جان اس کے سرخ و سپید رخساروں پر پھیلتے آنسو دیکھ کر تڑپ کر رہ گئے تھے۔ دادی جان نے اُسے گود میں بیٹھا لیا تھا۔ عبد اللہ کا جسم گرم تھا۔ شام تک بخار کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی، اس لئے گھر میں جو دوا تھی، وہ عبد اللہ کو پلا دی گئی۔ جب بخار کی شدت زیادہ ہوئی تو دادی جان نے ٹھنڈی پانی میں تولیہ ڈبو کر اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ یہ عمل وہ رات بھر دہراتی رہیں۔ صبح تک بخار خاصا کم ہو گیا تھا۔

سورج نے کھڑکی سے جھانک کر اپنی آمد کی خبر دی تو عبد اللہ نے آنکھیں کھول دیں۔ کھڑکی کا پٹ کھلتے ہی اپنے آنگن میں کھلے پھولوں پر اس کی نظر پڑی تو اس کی آنکھوں کے سامنے پہاڑیوں پر کھلے پھول لہلہانے لگے۔

”دادی جان! وہ پہاڑیوں کے خوب صورت پھول“.....

##ابھی باہر کرفیو ہے، ہم وہاں نہیں جا سکیں گے۔

“دادی جان نے اس کی بات درمیان سے اُچک لی تھی۔

”کرفیو کب ختم ہو گا؟“عبد اللہ نے پوچھا۔

”معلوم نہیں، یہ کرفیو کب ختم ہو گا۔“

”پھول مجھ سے ناراض تو نہیں ہوں گے۔ وہ میرا انتظار تو کر رہے ہوں گے؟“

عبد اللہ کی معصوم باتوں پر صدقے واری جاتے ہوئے دادی جان بولیں: ”پھول تم سے ناراض نہیں ہوں گے۔ انھیں معلوم ہے کہ تم ان کے پاس کیوں نہیں آئے۔ ناشتا کر کے دوا کھا لو، وہ دن ضرور آئے گا جب ہم پھولوں کی وادی میں جائیں گے۔“

”دادی جان! وہ دن کب آئے گا؟“عبد اللہ نے اپنے آنگن میں بہار دکھاتے پھولوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ دن بہت جلد آئے گا۔“ دادی جان نے جواب دیا۔

عبد اللہ کو اس دن کا انتظار ہے جب وہ وادی میں پھولوں سے ملنے جائے گا۔ وہ دن خدا جانے کب آئے گا!

★

ٹوٹ بٹوٹ نے کھایا پان

ٹوٹ بٹوٹ نے کھایا پان
ٹوٹ بٹوٹ بڑا شیطان

گھر والوں نے روٹی کھائی
قیمہ کھایا، بوٹی کھائی
ٹوٹ بٹوٹ نے کھایا پان
منہ میں اُس کے دانت نہیں ہے
پیٹ میں اس کے آنت نہیں ہے
پھر بھی کھاتا جائے پان
ٹوٹ بٹوٹ بڑا شیطان

ٹوٹ بٹوٹ نے جب منہ کھولا
ٹوٹ بٹوٹ کا ابّا بولا
ٹوٹ بٹوٹ نے کھایا پان
ٹوٹ بٹوٹ بڑا شیطان

★

اہلِ قلم

اگر کوئی یہ جاننا چاہے کہ برعظیم پاک وہند میں بیسویں صدی نے سب سے زیادہ جری اور بلند ہمت شاعر کون ساپیدا کیا، تولبوں پر ایک ہی نام کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں اور وہ نام ہے، حبیب جالبؔ!!! حبیب جالبؔ 24مارچ 1928ء کو ہوشیار پور (بھارت) میں پیدا ہوئے، اُن کا اصل نام حبیب احمد تھا۔ تقسیمِ ہند کے بعد وہ پاکستان منتقل ہو گئے اور ''امروز'' کراچی میں پروف ریڈر کے طور پر کام کرنے لگے۔ وہ بائیں بازو سے تعلق رکھتے تھے اور کمیونسٹ نظریات کے علمبردار تھے۔ وہ عمر بھر مفلوک الحال اور استحصال زدہ لوگوں کے حقوق کے لیے لڑتے رہے۔ پسے ہوئے طبقات کے لیے اُن کی جدوجہد کے تمام رنگ اُن کی شاعری میں ملتے ہیں۔ وہ آمریت اور استحصالی قوتوں کے خلاف لڑتے رہے اور آخری دم تک اپنے اصولوں کی پاسبانی کرتے رہے۔ اُن ھوں نے ہمیشہ انسانی عظمت کے گیت گائے۔ حبیب جالبؔ نے آغاز سے ہی اپنی مترنم آواز میں اپنا منفرد اور انقلابی کلام گا کر عوام کے دلوں میں گھر کر لیا چوں کہ اُن کی شاعری کا پس منظر سیاسی اور سماجی صورتِ حال تھی، اس لیے بہت جلد اُن کی شہرت کا آفتاب پوری آب و تاب سے چمکنے لگا۔ وہ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے رکن تھے۔ 1954ء میں جب اس پارٹی پر پابندی لگا دی گئی، تو اُنھوں نے نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) میں شمولیت اختیار کر لی۔ اپنے نظریات کی وجہ سے اُنھیں متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، لیکن اُن کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ جالبؔ کو اصل شہرت ایوب خان دَور سے ملی۔ اُس دَور میں اُن کی نظم ''دستور'' بہت مشہور ہوئی اور اس نظم کی شہرت اب بھی قائم ہے۔ اُنھوں نے دراصل ایوب خان کے 1962ء کے دستور کو ہدفِ تنقید بنایا تھا، جس میں تمام اختیارات صدر ایوب کو حاصل تھے۔ حبیب جالبؔ نے ایک نظم ''رقصِ زنجیر'' کے نام سے لکھی، اُن کی اس نظم کا کوئی ثانی نہیں۔ نظم کا ایک شعر ملاحظہ کریں:

ع تو کہ ناواقفِ آدابِ غلامی ہے ابھی

رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے

بعد میں اس نظم کو جالبؔ کے جگری دوست ریاض شاہد نے اپنی مشہور زمانہ فلم ''زرقا'' میں شامل کر لیا۔ جالبؔ، ذوالفقار علی بھٹو کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے، لیکن اُنھوں نے اپنی انا کو کبھی قربان نہیں ہونے دیا۔ بھٹو صاحب نے ایک دفعہ اُنھیں پیپلز پارٹی میں شمولیت کی دعوت دی، تو اُنھوں نے بے ساختہ کہا ''کیا سمندر بھی کبھی دریا میں گرتے ہیں'' اپنی صاف گوئی

اور بے باکی کی سزا اُنھیں بھٹو دَور میں بھی ملی اور وہ اُس دَور میں بھی کچھ عرصے کے لیے پابند سلاسل رہے، لیکن جب 1979ء میں بھٹو صاحب کو پھانسی دی گئی، تو حبیب جالبؔ بہت ملول ہوئے اور اُنھوں نے کہا:

ع ٹوٹا ہے کہاں اُس کا جادو اک نعرہ بنا ہے اُس کا لہو......................

ثابت ہوا دھڑکن دھڑکن پر وہ شخص حکومت کرتا تھا

لڑتا تھا وہ اپنے جیسوں سے ہم سے تو محبت کرتا تھا

جالبؔ ایک عوامی شاعر تھے اور اُنھوں نے جو دیکھا اور محسوس کیا اسے اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ اُنھوں نے غزل اور نظم کے روایتی موضوعات اور مزاج کو بدل کے رکھ دیا۔ کیا اُن کا یہ کارنامہ کم ہے؟ کیا کوئی اور شاعر اُن جیسی شاعری تخلیق کر سکا؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔

یہاں اس بات کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ جالبؔ کی غزلوں میں مایوسی، قنوطیت اور انسانی دکھوں کے علاوہ جمالیاتی طرز احساس بھی ملتا ہے. اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ جالبؔ، فرازؔ اور ساحرؔ کی شاعری میں ہمیں کہیں کہیں فیضؔ صاحب کے شعری فلسفے کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔ حبیب جالبؔ کی شاعری میں ہمیں جابجا طنز و تشنیع ملتی ہے اور اس کے ساتھ مایوسیوں اور محرومیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا ذکر بھی: وہ جس کی روشنی کچے گھروں تک بھی پہنچتی ہے نہ وہ سورج نکلتا ہے نہ اپنے دن بدلتے ہیں...................... اپنی تو اُجالوں کو ترستی ہیں نگاہیں سُورج کہاں نکلا ہے کہاں صبح ہوئی ہے یہ بھی مایوسی اور قنوطیت کی انتہا ہے: یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا اے چاند یہاں نہ نکلا کر لیکن پھر شاعر کی ایک دعا اور تمنا بھی ہے، جو اُس کے مثبت ذہنی رجحان کا غماز ہے: آنسو بھی ہیں آنکھوں میں دعائیں بھی ہیں لب پر بگڑے ہوئے حالات سنور کیوں نہیں جاتے اب ذرا اُن کی غزل کا ایک اور رنگ بھی غور طلب ہے: اس کے بغیر آج بہت جی اُداس ہے جالبؔ چلو کہیں سے اُسے ڈھونڈ لائیں ہم حبیب جالبؔ کے شعری مجموعوں میں: ''حرفِ سرِ دار''، ''عہدِ ستم''، 'سرِ مقتل''، ''ذکر بہتے خون کا''، ''گنبدِ بیدار''، ''اس شہر خرابی میں''، ''گوشے میں قفس کے'' اور 'حرفِ حق''شامل ہیں۔ اُن کی مشہور نظموں میں ''پاکستان کا مطلب کیا''، ''خطرے میں اسلام نہیں''، ''مولانا'' اور ''خدا ہمارا ہے'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اُن کی نظم ''خدا ہمارا ہے'' کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

ع خدا تمھارا نہیں ہے، خدا ہمارا ہے اُسے زمین پہ یہ ظلم کب گوارا ہے

فرانز فینن نے ایک دفعہ کہا تھا کہ شاعری تبدیلی کا ہتھیار ہے، یعنی (Poetry is Weapon of Change)۔ حبیب جالبؔ کا پورا شعری فلسفہ اس فقرے کے عملی تصویر ہے۔ حبیب جالبؔ نے فلمی گیت بھی لکھے اور یہ گیت انتہائی شاندار تھے۔ اُنھوں نے اتنی زیادہ فلمی شاعری نہیں کی، جتنی قتیلؔ شفائی یا سیف الدین سیفؔ نے کی، لیکن جتنے نغمات بھی لکھے، اُنھیں آج بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔

★

1993ء کو حبیب جالبؔ اس جہانِ رنگ بو سے رخصت ہو گئے، لیکن اُن کی شاعری ہمیشہ زندہ رہے گی۔ قتیلؔ شفائی نے اُن کی وفات پر کہا تھا:

ع اپنے سارے درد بھلا کر اوروں کے دُکھ سہتا تھا
ہم جب غزلیں کہتے تھے وہ اکثر جیل میں رہتا تھا.

محترم قارئین!

اسلام علیکم

آپ سب کی توجہ اس بات کی جانب مبذول کروائی جاتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آنے والے قومی گزٹ کے شمار میں آپ کی تحریر نام کے ساتھ شائع کی جائے تو آپ اپنی تحریریں مندرجہ ذیل عنوانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھ سکتے ہیں۔

"آیئے ہم سب مل کر آنے والے شمارہ جات کو اپنی کاوشوں سے کامیاب بنائیں۔"

عنوانات:

☆طالبِ علم اور آن کلائن کلاسسز

☆موجودہ معاشرہ اور بچوں کا رجحان

☆صفائی نصف ایمان ہے

☆سوشل میڈیا اور جدید نسل

☆اساتذہ کرام کا ادب و احترام کیوں ضروری ہے

سائنس و ٹیکنالوجی میں ہمارا کردار

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں انسان کے طرزِ زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ ویسے ہی روز بروز نت نئ ایجادات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انسانی زندگی میں ان ایجادات کا استعمال اور کردار ہر دور میں بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ان ایجادات نے انسان کو لاتعداد آسانیاں فراہم کی ہیں۔ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کروانا ان ایجادات کا ہی کمال ہے۔ پہلے رابطوں میں دشواری اس قدر ہوتی تھی

کہ لوگ اپنا پیغام پہنچانے کے لیے قاصد روانہ کرتے تھے لیکن پھر بھی پیغام بروقت نہ ملنے پر افسوس کیا جاتا تھا اب وہی پیغام منٹ میں نہیں سیکنڈز میں پہنچتا ہے۔ یہ سب ان ایجادات کو دریافت کرنے والوں کی مرہون منت ہے جنھوں نے انسانی زندگی کے امور کو آسان سے آسان تر بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اپنے اذہان اور علم کو کائنات میں موجود چیزوں پر غور و فکر کرنے میں صرف کیا۔

زمانہ قدیم کی بات ہو یا پھر جدید کی ہر دور میں مختلف اور نت نئے تجربات کیے گئے۔ اپنے اپنے دور میں میسر وسائل کی دستیابی کے مطابق مشاہدات اور تجربے کیے جاتے رہے۔ پہلے لوگ ان ایجادات سے اتنے زیادہ مستفید نہیں ہو پاتے تھے کیونکہ لوگوں کے رابطے آج کے دور جیسے تیز رفتار نہیں تھے۔ رابطوں میں کمی کی وجہ سے بات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا دشوار ہوتا تھا۔ اس لیے ان ایجادات پر ہونے والے تحقیقی و علمی کام کو تحریر کی شکل میں محفوظ کر لیا جاتا تھا۔ اور استاد اور شاگرد کے تعلق سے یہ سلسلہ آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ سلسلہ ترقی کرتے کرتے آج اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ ان ایجادات سے ہر خاص و عام فائدہ اٹھا رہا ہے۔ عرفِ عام میں ان ایجادات کو سائنس و ٹیکنالوجی کا نام دیا جاتا ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے معنی دیکھے جائیں تو سائنس کے معنی علم و حکمت غور و فکر کے ہیں۔ کائنات میں موجودات کی علمی تحقیق و مشاہدے کو زیرِ غور لانا سائنس کے زمرے میں آتا ہے۔ سائنس کی تحقیقات اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کے فوائد سے بنی نوع انسان کو ہر دور میں بیشمار فوائد ملے ہیں۔ اس برعکس صنعت و حرفت، فنیات اور ایسے علوم و فنون جو صنعت کے زمرے میں آئیں ٹیکنالوجی کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ آج ہم سائنس و ٹیکنالوجی کی دنیا پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ہر

دریافت کا موجد مغربی دنیا سے ہی ملے گا۔ مسلم دنیا کا وہ کردار اور نام کہیں دکھائی نہیں ملے گا جو ماضی کی تاریخ کے ابواب میں ملتا ہے۔

ان تاریخی ابواب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دارالعلوم سے تعلق رکھنے والے عبد المالک اصمعی کا نام ملتا ہے۔ جنہوں نے جانوروں پر تحقیقات کیں اور ان کو کتابی شکل میں قلم بند کیا۔ عبد المالک اصمعی کی کتابوں میں المخیل، انابل، الشاۃ، الوجوش اور خلق الانسان قابل ذکر ہیں۔ خلق الانسان میں انسانی اعضاء کی بناوٹ اور افعال کی تشریح کی گئی ہے۔ خلیفہ مامون الرشید کے عہد حکومت میں اصمعی نے ایک رصد گاہ بنائی۔ اس رصد گاہ میں عباس بن سعید، یحیٰی بن منصور، ابو طیب سند بن علی اور علی بن عیسیٰ جیسے قابل اور بڑے سائنس دان موجود تھے اس رصد گاہ میں زمین کی پیمائش اور فلکیات کے شعبے میں تحقیقات کا آغاز ہوا اور یہ سلسلہ آگے محمد بن موسیٰ الخوارزمی سے ابو القاسم مجریطی سے شریف ادریسی، ابوہاشم خالد، ابو داؤد سلیمان بن حسان، ضیاء الدین ابن بیطار، ابو القاسم الزہروی، عباس ابن فرناس، علی ابن فرناس سے ہوتا ہوا حسین ابن الہیثم اور بو علی سینا تک آیا۔ بو علی سینا کی کتابیں آٹھ سو سال تک یورپ کے میڈیکل کالجوں میں پڑھائی جاتی رہیں۔ علم طب کا حقیقی ڈھانچہ بو علی سینا کی کتابوں پر ہی رکھا گیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہم اپنا قیمتی سرمایہ اپنی غفلت کی بدولت مغرب کو دے کر خود پس منظر میں چلے گئے۔ اور جدید علوم اور ایجادات میں کوئی بھی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔

ہم اپنے عروج کے سنہری ادوار کو ہی یاد کر کے خوش گمانیوں میں کھوئے رہے اور غیر ہمارے علوم سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اگر دیکھا جائے تو آج کی سائنس و ٹیکنالوجی میں کسی بھی مسلم موجد کا نام قابل ذکر دکھائی نہیں دے گا۔ جہاں دیکھو مغرب نے ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ اور ہم لوگ اپنے علوم سے مستفید ہونے کے بجائے دوسروں کو موقع دیتے رہے ہیں۔ جو تحقیق اور علوم ہماری میراث تھے آج ان کے وارث کوئی اور ہیں۔ ہم بس ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال میں لا کر ہی خود کو خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ یہ خوش قسمتی بھی ہماری بدبختی کا پیش خیمہ بن رہی ہے کیونکہ ہماری نئی نسل اس ٹیکنالوجی سے کچھ سیکھنے کے بجائے اپنا وقت برباد کرنے میں مگن ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمیں زندگی کے ہر میدان میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ ہر زوال کے بعد عروج ضرور آتا ہے۔ عروج کی بلندی پر قدم رکھنے کے لیے اپنے وقت اور عقل کا صحیح استعمال ہی منزل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مغرب اگر سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں صف اول میں کھڑا ہے تو انہوں نے اپنی عقل اور وقت کو ہمیشہ بروقت استعمال کیا۔ اور زمانے کی ضروریات کو سمجھا۔

★

اردو لغت

میں نے اپنے اردو کے لیکچرار دوست کو فون کر کے آفس بلایا اور پر جوش آواز میں کہا اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہو؟ وہ غصے سے مجھے گھورنے لگا۔ میں نے سوال دوبارہ دہرایا وہ غرایا یہی مذاق کرنے کے لئے بلایا ہے میں نے قہقہہ لگایا نہیں جانی بس آج تمہاری اردو کا امتحان لینا ہے۔

بولو کتنے کی شرط لگاتے ہو؟ اس نے دانت پیستے کہا شرط لگانا حرام ہے۔ اب کی بار میں نے اسے گھورا اگر میں ثابت کر دوں کہ شرط لگانا حرام نہیں تو۔۔۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ 'کرو ثابت' میں نے اطمینان سے کہا کیا نماز کے لیے وضو شرط نہیں؟ کیا شادی کے لیے نکاح شرط نہیں؟ میری دلیل سنتے ہی اس نے پہلے اپنے بال نوچے پھر میز پر پڑا پیپر ویٹ اٹھا کر میرے سر پر دے مارا لیکن میں چوکنا تھا لہٰذا اس کا نشانہ خطا گیا چلو اگر تمہیں شرط منظور نہیں تو شرط کا نام انعام رکھ لیتے ہیں کچھ بحث و تمہید کے بعد یہ تجویز اس کو پسند آگئی مجھے یقین ہو گیا کہ میری جیب میں اب رقم آنے والی ہے۔ طے پایا کہ اگر اس نے اردو بوجھ لی تو میں اسے ہزار روپے دوں گا اگر وہ ناکام رہا تو مجھے اسے ہزار روپے دینا ہوں گے اس کو یقین تھا کہ وہ یہ مقابلہ ہار ہی نہیں سکتا کیونکہ اردو سے اس کا بڑا پرانا تعلق ہے اور وہ اس زبان کا ماہر ہے۔ میں نے سر ہلایا اور پوچھا" کھاتہ ترتیبات "کسے کہتے ہیں اس کا رنگ اڑ گیا کیا کہا؟ پھر سے کہنا میں نے اطمینان سے دوبارہ کہا" کھاتہ ترتیبات "وہ سر کھجانے لگا۔ میں مزے سے سیٹی بجا رہا تھا اس کی طرف سے جواب میں تاخیر ہوئی تو میں نے اطمینان سے کہا بیٹا اس کا مطلب ہے "Account setting" چلو اب یہ بتاؤ "رازداری رسائی" کسے کہتے ہیں؟ وہ مزید ہڑبڑا گیا۔ یہ کون سی زبان بول رہے ہو؟ میں مسکرایا بیٹا یہ اردو ہے خالص اردو اس کا مطلب بھی سن لو اس کا ترجمہ ہے Privacy setting۔ اب بتاؤ کے "ربط کا اشتراک" کیا ہوتا ہے؟ اس کے پسینے چھوٹ گئے ہکلا کر بولا نہیں پتا۔ میں نے میز بجایا میرے پیارے اس کا مطلب ہوتا ہے Share link۔ وہ بے بسی سے اپنی ہتھیلیاں مسلنے لگا میں نے سگریٹ سلگا کر ایک کش لگائی اور آگے کو جھکتے ہوئے پوچھا اچھا فیس بک استعمال کرنا جانتے ہو۔ وہ اچھل پڑا۔ کیا مطلب تم جانتے تو ہو کہ میں چار سال سے فیس بک استعمال کر رہا ہوں۔ میں نے دھواں اس کے منہ پر پھینکا اچھا تو پھر یہ بتاؤ آخری دفعہ تم نے "تجدید کیفیت" کب کیا تھا؟ اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور

دھاڑ کر بولا میں کوئی تمہاری طرح بے غیرت نہیں میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا میں نے حیرت سے پوچھا کون سا کام؟ وہ گرجا یہی جو تم پوچھ رہے ہو؟ میں نے قہقہہ لگایا "ابے یہ Status update کی اردو ہوتی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارے کتنے "پیروکار" ہیں؟ یہ سنتے ہی اس نے مجھے گردن سے دبوچ لیا میں کوئی پیر بابا ہوں، میرے کہاں سے پیروکار آ گئے۔ میری چیخ نکل گئی میں نے بمشکل اپنی گردن چھڑائی اور دو قدم دور ہٹ کر چلایا پیروکار سے مراد Followers ہوتے ہیں۔ ایک موقع اور دیتا ہوں بتاؤ جب فیس بک پر کوئی تصویر لگاتے ہو تو اسے کسی سے "منسلک" کرتے ہو، کبھی تمہیں "معاون تختہ" کی ضرورت پیش آئی؟ تم "مجوزہ صفحات" کھولتے ہو؟ تم نے کبھی اپنی معلومات کی "تجدید" کی؟ کبھی اپنے واقعات زندگی کو "عوامی" کر کے پھیلایا؟ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ ہی دیر میں وہ خالق حقیقی سے جا ملے گا اس نے میرے سوالوں کے جواب دینے کی بجائے اپنے ناخن چبانا شروع کر دیے میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا تم ہار گئے ہو نکالو ہزار روپے اس نے نفی میں سر ہلایا نہیں پہلے ثابت کرو یہ اردو کہیں استعمال بھی ہوتی ہے۔ مجھے پتہ تھا کہ وہ یہ سوال ضرور کرے گا لہذا اطمینان سے اپنا فیس بک اکاؤنٹ کھول کر فیصل کے سامنے کر دیا جہاں Tag کی اردو "منسلک" لکھی تھی Support Dashboard کو "معاونت تختہ" لکھا ہوا تھا Recommend pages کا ترجمہ "مجوزہ صفحات" کہا گیا تھا Life events سے مراد "واقعات زندگی" تھے اور Everyone کی اردو "عوامی" کی شکل میں دستیاب تھی وہ کچھ دیر ہونقوں کی طرح میری اردو مار کہ فیس بک دیکھتا رہا پھر خاموشی سے پرس نکالا پانچ سو کے دو نوٹ نکال کر میری ٹیبل پر رکھے اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

دکھ کی بات ہے کہ اب تک اردو ہماری قومی زبان تو نہ بن سکی لیکن فیس بک کی زبان ضرور بن گئی ہے تاہم فیس بک والے واجب القتل قرار دے دینے چاہیے۔ جنہوں نے ابھی تک بے شمار الفاظ کا اردو ترجمہ نہیں کیا مثلاً ٹائم لائن، ای میل، سرچ انجن، پروفائل، فیس بک، کوکیز، ایپلی کیشنز، موبائل، لاگ ان، لاگ آوٹ جیسے دیسی الفاظ تاحال یہاں موجود ہیں حالاں کہ ان کا ترجمہ انتہائی آسان ہے میری رائے میں Facebook کو "متشکل کتاب" Time line کو "وقت کی لکیر" Email کو "برقی چٹھی" Password کو "لفظی گزر گاہ" Cookies کو "چھان بورا" Application کو "عرضی" Mobile کو "گشتی" Search engine کو "مشینی تلاشی" Video کو "متحرک تصاویر" Profile کو "شخصی ڈھانچہ" Log in کو "خروج" اور Log out کو "دخول" کر دینا چاہیے.

اردو کی ترویج و ترقی کے لیے انگریزی کو بے لباس کرنا بہت ضروری ہے.

★

Ways of speaking

@efl_ana https://anasesIblog.blogspot.com/

speak
(to talk or make use of words in a normal voice)

talk
(to speak to give information)

whisper
(to speak softly, without vibrating the vocal cords)

hiss
(to say something in a loud whisper)

shriek / scream
(to cry out very loudly on a high note)

bark
(to say something quickly in a loud voice)

chat
(to have a friendly, informal conversation)

mumble
(to speak unclearly so that other can't hear)

shout
(to speak in a loud voice, in anger or to get attention)

mutter
(to speak in a low voice, so that others can't hear)

stutter / stammer
(to speak with pauses and repeating the same sound or syllable)

whine
(to complain in a sad, annoying voice about something)

SENTENCE STARTERS

Words to add an idea

- Furthermore
- In addition to
- For instance
- For example
- As an example
- Additionally
- Moreover
- As well as
- Another reason
- Along with
- Coupled with
- Again
- Correspondingly
- In addition
- Indeed
- In fact
- Identically
- Likewise
- Similarly
- Whereas
- Likewise
- One other thing

Words that show cause

- Accordingly
- As a result
- Because
- Consequently
- Due to
- For this reason
- For this purpose
- Hence
- Otherwise
- Since
- So then
- Subsequently
- Therefore
- Thereupon
- This is why
- Thus
- Wherefore
- Following this
- As you can see
- For all of those reasons
- So

Words that show contrast

- Comparatively
- Different from
- Even though
- However
- Although
- Conversely
- Instead
- In comparison
- Nevertheless
- In contrast
- Whereas
- Yet
- On the other hand
- On the contrary
- Other than
- Outside of
- Besides
- Otherwise

Words that add emphasis

- Admittedly
- Above all
- As a rule
- As usual
- Assuredly
- Certainly
- No doubt (undoubtedly)
- Obviously/ Of course
- Ordinarily
- Particularly
- Singularly
- Unquestionably
- Chiefly
- Especially
- Granted
- Generally speaking
- For the most part
- In this situation

★

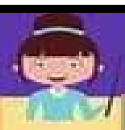

INDEFINITE PRONOUNS

	PRONOUN	EXAMPLE
SINGULAR	Another	We finally moved to another apartment.
	Anyone	I swear I won't tell anyone this secret.
	Anything	Anything is possible if you believe.
	Each	Each company is fighting to protect its own commercial interests.
	Either	Either one will be fine.
	Enough	Enough is enough.
	Everyone	Everyone cheered for the violinist at our school concert.
	Everything	Everything is going as planned.
	Less	"Less is more." – Mies van der Rohe
	Little	"Little can stop Manchester United now."
	Much	Much has happened since we met.
	Neither	Neither side is prepared to compromise.
	No one	No one can cope with her in English.
	Nothing	Nothing is impossible to a willing heart.
	Other	He raised one arm and then the other.
	One	One of the boys tripped over and crashed into a tree.
	Someone	There's someone at the door.
	Something	Something makes me want to dance.
PLURAL	Both	Both are guilty.
	Few	A few of the justices voiced their opposition.
	Fewer	Fewer are smoking these days.
	Many	Many people feel that the law should be changed.
	Others	Depend on others and you always regret it.
	Several	Several letters arrived this morning.
BOTH	All	All of the newspapers were soaked. / All of them are experts in their chosen field.
	Any	Any press is good press. / Any will do.
	More	More were ignored. / More is better.
	Most	Most was rotten. / Most would agree.
	None	None of us was going to the party. / She waited for a reply, but none came.
	Some	Here is some. / We showed them some of our photos.
	Such	Such is life. / Such were the joys.

★

HAPPINESS IDIOMS

ON A CLOUD NINE
Very happy and excited
He was on cloud nine when his sister came to visit him.

HAVE A WHALE OF A TIME
To enjoy yourself very much
We were having a whale of time, dancing and drinking.

MAKE SOMEONE'S DAY
To make someone feel very happy
Her smile made my day.

WALK ON AIR
To feel extremely happy
After he won the race, he was walking on air

TICKLED PINK
Very amused
I was tickled pink to see her picture.

IN SEVENTH HEAVEN
Extremely happy
She was in seventh heaven when they praised her cooking.

OVER THE MOON
Very happy
She was in seventh heaven when they praised her cooking.

ON TOP OF THE WORLD
Proud of something
When I heard the news I was on top of the world.

★

طبِ نبوی ﷺ

☆ کلونجی کے طبی فوائد!

حضرت خالد بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ہمارا ایک ساتھی بیمار ہو گیا، ابن ابی عتیقؒ ان کی عیادت کو آئے تو کہا کہ سیاہ دانوں کو استعمال کرو، پانچ یا سات سیاہ دانے لے کر انہیں گھسو، پھر روغن زیتون کے چند قطروں کے ساتھ انہیں ناک میں دونوں طرف ڈالو، کیوں کہ سیدہ عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ سیاہ دانہ سام کے سوا تمام امراض کا علاج ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ سام سے مراد موت ہے اور سیاہ دانے سے مراد کلونجی ہے۔ (صحیح بخاری)

کلونجی بد ہضمی اور ضعف ہضم کا بہترین علاج تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا استعمال معدے اور لبلبے کی رطوبتوں کو اعتدال پر لاتا ہے۔ معدے کو قوی کرتا ہے۔ یہ پیٹ کے کیڑے مار دیتی ہے۔ سرد کھانسی میں مفید ہے۔ کلونجی کے مسلسل استعمال سے لقوہ اور فالج دور ہو جاتا ہے۔ اس کے سفوف کو ٹھنڈے پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے پاگل کتے کے زہر کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ سانپ اور بھڑ کے زہر کے لیے بھی تریاق ہے۔ (طبِ نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول، ڈاکٹر خالد غزنوی)

☆ انجیر کے طبی فوائد!

رسولِ پاک ﷺ نے بھی انجیر کے استعمال پر زور دیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے پاس کہیں سے انجیر کی تھال کا تحفہ آیا۔ آپ ﷺ نے پاس بیٹھے صحابہ اکرام سے فرمایا کھاؤ بلاشبہ یہ جنت کا پھل ہے۔ اس میں سے کھاؤ یہ بواسیر کو ختم کرتی ہے اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔ (طب نبوی الجوزیہ)

سائنسی تحقیق بھی طب نبوی ﷺ کی پیروی کرتی ہے اور اس کی مختلف امراض میں افادیت بیان کرتی ہے۔ طب نبوی ﷺ انجیر کے بیشمار فوائد بیان کرتی ہے۔ جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ دائمی قبض کے علاج کے لیے بہترین ہے۔ کچھ دیر کے لیے انجیر کو پانی میں بھگوئیں اور دن میں دو بار کھائیں اس سے قبض دور ہو جائے گی۔ اس طرح کسی کو اگر جوڑوں کا درد ہو تو وہ انجیر کو لازمی اپنی خوراک کا حصہ بنائیں۔ جو لوگ اپنے زیادہ وزن کی وجہ سے پریشان ہیں وہ انجیر لازمی کھائیں اور کچھ دن بعد واضح فرق پا سکتے ہیں۔ انجیر پیاس کی شدت کو بھی کم کرتی ہے اور پسینہ لانے میں مدد کرتی ہے۔ کھانسی، بلغم اور دمہ میں بھی نہایت مفید ہے۔ سرد موسم میں ٹھنڈ لگنے سے بچاتی ہے اس کے علاوہ بچوں کی نشو نما کے لیے اہم خوراک ہے۔ یہ دماغی امراض سے بچاتی ہے اور قلب و جگر کو قوت دیتی ہے۔ بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے بھی یہ نہایت مفید پھل ہے۔

★

بواسیر کا علاج

بواسیر ایک اذیت ناک، نامراد اور تکلیف دہ بیماری ہے، یہ بڑی آنت اور معدہ کی سوزش کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

عوام الناس میں عام طور پر بواسیر کی تین اقسام بادی، خونی اور مہکوں والی سمجھی جاتی ہیں حالانکہ بواسیر کے یہ تین مختلف درجے ہوتے ہیں جو مرحلہ وار اپنی شدت دکھاتے ہیں۔ بہر حال بواسیر بادی ہو یا خونی یا پھر مہکوں والی ہو یہ خطرناک مرض ہی ہے۔

بواسیر کے اسباب

بواسیر ایسے افراد میں زیادہ پائی جاتی ہے جو ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ کی فضا میں کام کرتے ہیں۔ میٹابولزم کی سستی اور انتڑیوں کی کارکردگی کو متحرک رکھنے والے مفید بیکٹیریاز میں کمی یا خاتمہ ہو جانے سے بھی بواسیر کی علامات سامنے آنے لگتی ہیں۔

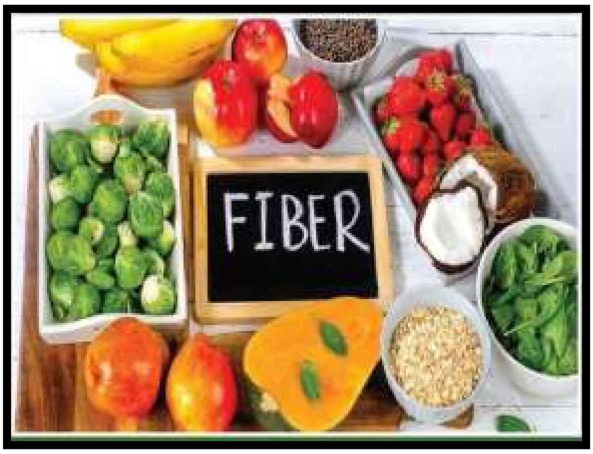

متواتر قبض کشاء ادویات جیسے چھلکا اسپغول اور جلاب آور مرکبات کا استعمال کرتے رہنے سے بھی انتڑیاں کمزور ہو جانے سے بواسیر سمیت انتڑیوں کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرغن، بادی، گوشت، تیز مرچ مصالحے، چاول، بینگن، دال مسور، فاسٹ فوڈز، کولا مشروبات، بیکری مصنوعات اور ثقیل غذاؤں کے شوقین افراد بھی بواسیر میں مبتلا دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح چائے، شراب اور سگریٹ نوش، پان، تمباکو اور نسوار کھانے والے افراد بھی اس موذی مرض کے چنگل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

متواتر اینٹی بائیوٹیک اور دافع امراض قلب کی ادویات استعمال کرنے والے لوگ بھی اکثر بواسیر کی بیماری میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ گرمی کی نسبت سردی کے موسم میں بواسیر کا شدید حملہ ہوتا ہے، اس شدت کی ایک بڑی وجہ پانی کا کم استعمال اور مرغن و توانائی سے بھرپور غذاؤں کا استعمال بھی بنتا ہے۔

بواسیر سے بچاؤ کی گھریلو تدابیر

سب سے اہم بات ہے کہ آپ قبض نہ ہونے دیں کیونکہ بواسیر کی بنیاد قبض ہی بنتی ہے۔ قبض سے بچاؤ کے لیے ریشے دار غذائی اجزاء کا بکثرت استعمال بہترین قدرتی حفاظتی ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔ گندم اور جو کا دلیہ ناشتے میں لازمی استعمال کیا کریں۔ اسی

★

طرح ناشتے میں دہی کا استعمال بھی انتڑیوں کے مسائل سے محفوظ رکھتا ہے۔ موسم کی مناسبت سے پانی، پھل، پھلوں کے جوسز اور کچی سبزیوں کا مناسب استعمال کر کے ہم بواسیر کے حملے سے کافی حد تک بچ سکتے ہیں۔

نہار منہ تیز قدموں کی سیر اور بدن کو گرمانے والی ورزش کو معمول کا حصہ بنا کر بواسیر سمیت لاتعداد بدنی مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔ روزانہ کم از کم 5 سے 10 کلومیٹر پیدل چلنے کو اپنا معمول بنائیں۔ پانی ہمیشہ ابلا ہوا اور نیم گرم پیا کریں۔ چاول جب بھی پکائیں ان میں بند گو بھی لازمی شامل کریں۔

ہفتے میں کم از کم ایک بار بند گو بھی بطور سالن ضرور کھائیں اور دھیان رہے کہ روٹی کے ساتھ سالن ہمیشہ زیادہ استعمال کریں۔

روزمرہ کھانے کے ساتھ کھیرا، ٹماٹر، سلاد کے پتے اور بند گو بھی بطور سلاد لازمی کھایا کریں۔ کچی سبزیوں اور پھلوں میں 80 فیصد تک پانی پایا جاتا ہے لہٰذا جتنا ممکن ہو کچی سبزیاں اور موسمی پھل اپنے مینیو کا لازمی حصہ بنائیں۔

بواسیر سے نجات کا قدرتی علاج

بواسیر سے نجات پانے کے لیے یوں تو بے شمار قدرتی ذرائع موجود ہیں۔ ہم یہاں چند موثر ترین قدرتی طریقے درج کیے دیتے ہیں تاکہ قارئین ایکسپریس فوری استفادہ کر سکیں۔

کھجور ایک مکمل غذا، دوا اور مفید ٹانک ہے۔ یہ ایسے افراد کو جن کے مزاج میں خشکی کا غلبہ ہو بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ رات کے کھانے میں نرم اور ریشے والی کھجوریں کم از کم 7 سے 10 بطور سویٹ ڈش کھانا بواسیر، قبض اور اعصابی کمزوری کے خاتمے کے لیے بہترین قدرتی علاج ہیں۔ اسی طرح خالقِ کائنات نے انجیر میں بھی بدنِ انسانی کے لیے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ انجیر ایسے افراد جن کے مزاج میں رطوبات یعنی بلغم وغیرہ زیادہ پائی جاتی ہو کے لیے فوری اور موثر ترین دوا، مفید غذا اور طاقت ور قدرتی ہتھیار ہے۔ تین سے 7 عدد انجیر پانی میں بھگو کر نہار منہ کھانا دائمی قبض، بواسیر اور بلغمی مواد کی زیادتی سے جان چھڑانے میں فوری مددگار بنتا ہے۔

ایسے افراد جن کی انتڑیاں مسلسل اینٹی بائیوٹک یا دافع امراض قلب ادویات استعمال کرتے رہنے سے خشکی کا شکار ہو گئی ہوں انہیں چاہیے کہ صبح نہار منہ دہی میں نمک سیاہ اور زیرہ سیاہ حسب ضرورت ملا کر استعمال کریں۔ مربہ ہرڑ کے تین دانے دھو کر رات سوتے وقت کھائیں اور دودھ کے ایک نیم گرم کپ میں دو چمچ روغنِ بادام ملا کر پی لیں۔ گل قند ایک کھانے کا چمچ نیم گرم دودھ میں ملا کر استعمال کرنا انتڑیوں کو نرم اور فضلات کے اخراج کو آسان بناتا ہے۔ بند گو بھی پر نمک سیاہ ڈال کر سٹیم کریں اور پیٹ بھر کر کھالیں۔

دوسری سے تیسری متواتر ایسا کرنے سے بواسیر کی شدت میں کمی واقع ہو جائے گی۔ بطورِ گھریلو علاج ریٹھے کے چھلکے، مغز نیم اور رسونت ہم وزن پیس کر 250 ملی گرام کیپسول بھر کر کھانے کے بعد ایک کیپسول کھانا شروع کر دیں۔ اگر موکے ہوں اور

تکلیف کا باعث بھی بنتے ہوں تو 100 ml روغن ارنڈ میں 10 gm کافور ملا کر صبح و شام اجابت سے فراغت پر مقعد پر اچھی طرح لیپ کریں۔ دو چار دنوں میں ہی بواسیری مہکوں کی تکلیف سے افاقہ ہونے لگے گا۔

غذائی پرہیز

سب سے پہلے اپنی خورونوش کی عادات، روزمرہ معمولات اور طرز زیست بدلیں۔ سہل پسند زندگی کو خیر باد کہہ کر متحرک اور بھاگ دوڑ والا انداز اختیار کریں۔ پیدل چلنے پھرنے کو ترجیح دیں، فروزن فوڈز، کولڈ ڈرنکس، بیکری پروڈکٹس، فاسٹ فوڈز اور بازاری کھانوں کے معمول کو ترک کر دیں۔ تیز مرچ مصالحے، گوشت، چاول، بیگن، مرغن و بادی غذاؤں اور سگریٹ، شراب و چائے نوشی سے دور ہو جائیں۔ اسپغول کے چھلکے کے استعمال کو مکمل خیر باد کہہ دیں۔ بوقت ضرورت ملین (صرف پیٹ نرم کرنے والے مرکبات) ادویات ہی استعمال کریں۔

دودھ میں کیسٹر آئل، بادام روغن اور گل قند کا استعمال پیٹ نرم کرنے کے لیے بہترین اور مفید ذرائع ہیں۔ ان کے استعمال سے بھی بواسیر کی اذیت سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ منفی سوچیں بھی میٹابولزم کی کارکردگی کو متاثر کیا کرتی ہیں۔ حسد، بخل، بغض، کینہ، نفرت، غصہ اور تکبر جیسے جذبات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں۔ جس قدر ہو، مثبت انداز فکر اپنائیں، محبت، رواداری، ایثار، قربانی، عاجزی اور درگزر و برداشت کے احساسات کو فروغ دیں۔ ان شاءاللہ مکمل صحت مند زندگی سے لطف اندوز ہونے والے بن جائیں گے۔

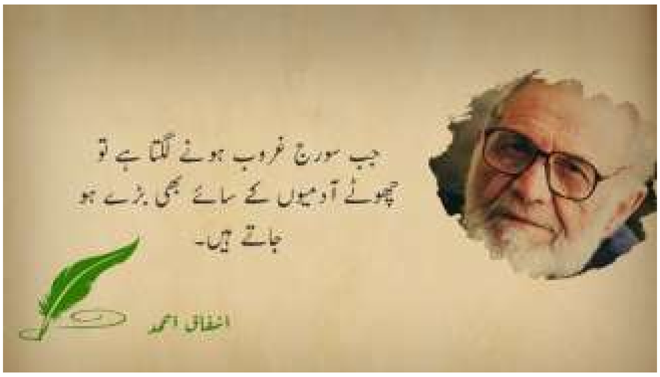

انمول موتی

☆دنیا عاقل کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر ہمیشہ آنسو بہاتی ہے۔

☆بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں نہ ڈالو اور بغیر پڑھے کبھی دستخط نہ کرو۔

☆جو دوسروں پر احسان جتانے کا خواہش مند ہے، وہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ جس کے دل میں محبت ہے اس کے لیے دروازے کھلے ہیں۔

☆جو آدمی ارادہ کر سکتا ہے اس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔

☆شاگرد کے علم پر تصیح کرنا یہی استاد کا کام ہے، باقی کے لیے شاگرد خود ذمہ دار ہے۔

☆سب سے زیادہ اسی کو ملتا ہے جو مطمئن ہے۔

☆پرانی لکڑی جلانے کے لیے، پرانے دوست اعتماد کے لیے اور پرانے مصنف مطالعہ کے لیے بہترین ہیں۔

☆اعمال کی آواز الفاظ سے بلند ہوتی ہے۔

☆دو آدمیوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا، طالبِ علم اور طالبِ مال کا۔

☆حق پر استوار رہو خواہ یہ تمھارے نفس کے خلاف ہو۔

مسجدِ اقصیٰ کی پکار

میرے_پریشان_دل_کی_نِدا

آج بھی سرزمینِ بیت المقدس کی خاک کے ذرے اُن بوسوں کی چاہ میں ہیں جو سُلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے آنکھوں کے لبوں سے دیئے۔

بیت المقدس کی آنکھیں اِس ملت کے جوانوں میں سلطان نورالدین زنگیؒ اور سُلطان عماد الدین زنگیؒ کو ڈھونڈتی ہیں تلاش کرتی ہیں۔

بیت المقدس کی سرزمین سالارِ لشکر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ٹاپوں کی منتظر ہے -

مسجدِ اقصیٰ اُس ساربان کا انتظار کرتی ہے جس کا غلام اونٹ کی پشت پہ تھا اور وہ ساربان، وہ امیر کاروان مرادِ رسول امیر المؤمنین فاروقِ اعظم سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اونٹ کے آگے آگے اپنے ہاتھوں میں مہار تھامے زیارتِ قبلہ اوّل کو آئے تھے، آج بھی صحنِ اقصیٰ کے فرش کی اینٹیں قدم دھرتے ہر زائر سے سوال کرتی ہیں:

”وہ ساربان کہاں ہے ؟

کیا وہ ساربان دوبارہ نہیں آئے گا؟

کیا اُس ساربان کے جذبوں کی میراث کے وارث دُنیا میں نہیں رہے ؟

کیا اُس ساربان کے دردِ دروں کے راز دار ماضی کا قصّہ بن چکے ؟

کہیں اُس ساربان کی روحانی اولاد ہم سے اپنے رشتے ناطے منقطع تو نہیں کر چکی؟

کہیں مادیت کی فریبی چمک دمک نے میرے راز دان، اُس ساربان کی روحانی اولاد کے دلوں سے میری یاد چھین تو نہیں لی“؟

مسجدِ اقصیٰ کے درو دیوار اُس کا خوبصورت گنبد، وہ جلوہ گہِ جبرائیل، اُس امامِ عظیم ﷺ کی اُمت کو پکارتے ہیں کہ:

”مسلمانو! میں وہی مسجدِ اقصیٰ ہوں جسے تمہارے رسول ﷺ کی پیشانی اور سجدوں نے قبلۂ اوّل ہونے کا شرف عطا کیا-

ہاں! میں وہی قبلۂ اوّل ہوں جہاں ایک خاص امام نے ایک خاص رات خاص مقتدیوں کی جماعت کی امامت کروائی، بھول گئے ہو کیا ؟

وہ امام، امام الانبیا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تھے، وہ رات شبِ دیدار یعنی شبِ معراج تھی وہ جماعت انبیائے عالَم علیہم السلام کی جماعت تھی۔
مومنو! میں وہی مقامِ عظیم ہوں جہاں سے جبرائیلؑ کی رفاقت میں تمہارے محبوبِ پاک شہِ لولاک صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے براق کی رکاب میں پائے اقدس رکھے اور جہانِ آسمانی کی طرف سفر عروج فرمایا۔"

"اے دنیا کی۔ رنگینیوں میں ڈوبے مسلمانو !

میری حرمت کون قائم کرے گا؟

کیا میرے فرزند، کیا کالی کملی والے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اُمت کا نصیب ایک دوسرے کی گردنیں مارنا رہ گیا ہے ؟

کیا تمہارا فریضہ اب صرف ایک دوسرے کو کافر کہنا رہ گیا ہے ؟

میں، میں مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے ضمیر پہ سب سے بڑا سوالیہ نشان ہوں،

سب سے بڑا سوال ہوں ۔

میں، میں مسجدِ اقصیٰ تم سے پوچھتی ہوں کہ دولت و تعیّش کے دلدادو !

میں، میں مسجدِ اقصیٰ صہیونی ناجائز قبضے کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہوں اور تم

! تم نیند کیسے کرتے ہو ؟

تم راحت کیسے لیتے ہو ؟

میں، میں مسجدِ اقصیٰ، جسدِ اسلامی کا دل ہوں، دِل جب تک گھٹن میں ہے قید میں ہے جسد آزاد نہیں ہو سکتا، جسد سکون نہیں پا سکتا۔"

عشقِ الٰہی میں ڈوبی روحیں، محبتِ مصطفی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے سرشار قلوب اور دردِ دین سے لبریز سینے، آج بھی اپنے آقا و مولیٰ تاجدارِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو پکار کے کہتے ہیں۔ فداک امی و ابی یا سیّدی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

اِک بار پھر بطحا سے فلسطین میں آ!!!
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

★

احتیاط لازم ہے

☆آگ سے بچنے کے حفاظتی اقدمات واحتیاطی تدابیر:

آگ لگنے کے واقعات پوری دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ آگ میں جل کر مرنے کا صرف تصور ہی انتہائی ہولناک ہے لیکن جس پر یہ گزرتی ہے اس کا کیا حال ہوتا ہو گا اور پھر اس کے پیاروں پر کیا گزرتی ہو گی۔ پاکستان میں آئے روز آگ لگنے کے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے قیمتی جانوں کے ساتھ املاک کا بھی بہت نقصان ہوتا ہے۔ کچھ دن قبل کراچی کے ہوٹل میں آگ لگنے سے کئی لوگ اپنی جان سے گئے۔ اسی طرح کراچی کے ہی ایک کپڑے بنانے والے کارخانے، لاہور میں ایل ڈے اے پلازا، ایک نجی کاروباری ادارے کے دفتر اور ملک کے کئی شہروں میں آتش زدگی سے انسانی جانوں کے ضیائع اور مالی نقصان کی خبریں گردش کرتی ہیں۔ گڈانی میں جہاز توڑنے کے مقام پر تین مرتبہ آگ لگنے سے کئی انسان لقمہ اجل بنے لیکن ان سب ہولناک واقعات کے باوجود کوئی سنجیدہ اقدامات نہیں کئے گئے تاکہ مستقبل میں ان کا سدباب ہوسکے۔ کیا زندہ انسان آگ میں جھلس کر اپنی جانیں دیتے رہیں گے۔ کیا ارباب اختیار اسے کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔

ماہرین آگ کو پانچ اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی آگ کی قسم وہ ہوتی ہے جس کا سبب کچھ ٹھوس چیزیں ہوتی ہیں مثلاً پلاسٹک، کاغذ، لکڑی وغیرہ ۔ دوسری آگ کی قسم میں مائعات آتے ہیں مثال کے طور پر پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ۔ تیسری قسم اس آگ کی ہوتی ہے جو مختلف گیسوں کے نتیجے میں بھڑکتی ہے۔ چوتھی قسم کی لگنے والی آگ میں دھاتیں شامل ہوتی ہیں جیسے ایلومینیم اور میگنیشیم وغیرہ۔ پانچویں اور آخری آگ کی قسم وہ ہے جو بجلی کے مختلف آلات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اب عوامی خیال یہ ہے کہ ہر آگ پر پانی پھینکو تو بجھ جائے گی اور یہی غلطی مزید نقصانات کا باعث بن جاتی ہے۔ درحقیقت آگ کی اقسام کے لحاظ سے ہی آگ کو بجھانا ضروری ہوتا ہے۔

آگ کیسے لگتی ہے؟

آگ لگنے کے لیے ایندھن (کوئی بھی آتش گیر مواد، ٹھوس، مائع یا گیس) آکسیجن اور ایندھن کا درجہ حرارت بڑھ جانا یہ تین عوامل ضروری ہوتے ہیں۔ آگ کو ختم کرنے کے لیے تین میں سے کوئی ایک چیز ختم کر دیں آگ ختم ہو جائے گی۔

آگ کیسے بجھائی جائے؟

پہلے تو دھیان سے آگ کا جائزہ لیجئے، آگ کو پھیلنے کے لئے ایندھن چاہئے، اگر آپ قریب سے جلنے والی چیزیں ہٹا دیں تو آگ خود بخود تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح آگ پر کوئی فوم یا مٹی وغیرہ ڈال کر اس تک آکسیجن پہنچنے سے روک دی جائے تو بھی آگ فوراً بجھ جاتی ہے۔ جلنے والی چیز کے کوئلے کو پانی میں بھگو کر ٹھنڈا کر دیں تاکہ وہ دوبارہ نہ جل سکے۔

آگ کیسے پھیلتی ہے؟

اس بات کا علم اور تجربہ ہونا ضروری ہے کون سی چیز کتنی جلتی ہے۔ عام طور پر لکڑی اور کوئلہ زیادہ جلتے ہیں۔ اس کے بعد قالین اور پھر چادریں وغیرہ۔ لٹکی ہوئی چیزیں مثلاً پردے وغیرہ جلدی آگ پکڑتے ہیں۔ اگر چھت پر آگ لگے تو پہلے سائیڈ پر جاتی ہے اور اگر چھت لکڑی کی ہے تو انگارے جل کر گرنے سے آگ نیچے آتی ہے۔

اگر فرش پر آگ لگے تو پہلے اوپر چڑھتی ہے پھر کھلی کھڑکیوں یا دروازوں کی طرف آتی ہے کیونکہ وہاں سے آکسیجن ملتی ہے۔ ایک عمارت سے دوسری عمارت تک آگ لکڑی کے شیڈز وغیرہ یا کھلے دروازوں کی وجہ سے جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آگ لگ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ گھبرائیں نہیں حوصلے سے کام لیں۔ اگر آپ پریشان نہ ہوں تو آپ بچ بھی جائیں گے اور دیگر لوگوں کو بچانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ عام طور پر حادثے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا بھگدڑ سے ہوتا ہے۔ اگر آپ کو آگ لگنے کی اطلاع دینی ہے تو جتنی جلدی ممکن ہو ریسکیو 1122 ڈائل کریں۔ آتش زدگی کو ہنگامی صورتحال سمجھا جاتا ہے اور اس کی اطلاع فوری طور پر دی جانی چاہیے۔ ریسکیو 1122 کا آپریٹر آپ سے کچھ بنیادی سوالات پوچھے گا جیسے: آگ کہاں لگی ہے؟، آگ کب شروع ہوئی؟، ابھی کیا ہو رہا ہے؟، کیا اندر کوئی شخص پھنسا ہوا ہے؟، کیا اندر کوئی پالتو جانور پھنسا ہوا ہے؟

جب آپ کال کریں:

پرسکون رہیں اور صاف صاف بولیں۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بیان کریں۔ حتمی جائے وقوع بتائیں، فون اس وقت تک نہ رکھیں جب تک آپ سے اسے رکھنے کو نہ کہا جائے۔ اگر آپ کو ترجمان یا مترجم کی ضرورت ہے تو، اس سے بات کروانے کو کہیں۔ (جب آگ لگ جائے تو قیمتی سامان جمع کرنے میں وقت ضائع نہ کریں۔ آگ بہت تیزی سے پھیل کر دو منٹ کے اندر جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے، اور پانچ منٹ کے کم عرصے میں کسی رہائش کو گھیر سکتی ہے۔ شعلے خطرناک تو ہوتے ہی ہیں، لیکن گرمی اور دھوئیں اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں جو آپ کے پھیپھڑوں کو جھلسا سکتی ہے۔ جیسے آگ جلتی رہتی ہے، زہریلی گیسیں خارج ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آپ پر غنودگی طاری ہو سکتی ہے یا آپ سمت کا احساس کھو سکتے ہیں، اور آپ کو گہری نیند سلا سکتے ہیں۔ آگ کی وجہ سے ہونے والی اموات کی سب سے بڑی وجہ دم گھٹنا ہے، جس کی اموات کی شرح جل مرنے کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ اپنی حفاظت کے لئے آگ کے متعلق سیکھنا بہت ضروری ہے۔ آگ لگنے کی صورت میں اپنی چیزوں اور مال و اسباب کے لیے نہ رکیں۔ زیادہ تر لوگ اکثر اپنا فون اور کوئی دوسری اہم چیز لینے کے لیے واپس چلے جاتے ہیں اور آگ کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ سب سے پہلے عوامی سطح پر یہ شعور ہونا بہت ضروری ہے کہ کسی بھی نئی جگہ جائیں تو وہاں پر ایمرجنسی کی صورت میں باہر نکلنے کے راستوں سے آگہی حاصل کریں۔ بالخصوص بچوں کے ہمراہ لوگوں کو ہنگامی صورتحال میں نکلنے میں مشکل ہوتی ہے۔ کمرے کی کھڑکیاں کھول دینے سے آکسیجن کی فراہمی میں تعطل نہیں آتا۔

حواس قابو میں رکھیں:

آگ لگنے کی صورت میں آپ کسی عمارت کی اوپری منزلوں میں محصور ہو جائیں تو سب سے پہلے اپنے حواس قابو میں رکھیں۔ اکثر لوگ بدحواس ہو کر یا نیچے کھڑے لوگوں کے کہنے پر نیچے چھلانگ لگا دیتے ہیں جس سے زیادہ نقصان ہو جاتا ہے۔ اگر نیچے جانے کے راستے مسدود ہو جائیں تو کوشش کریں کہ عمارت کی چھت کی طرف چلے جائیں۔ کھلی جگہ پر جانے سے صاف ہوا میں سانس لینا آسان ہوتا ہے اور عمارت کے آکسیجن کی کمی اور دھوئیں سے متاثر ہونے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ اگر کمرے میں محصور ہو گئے ہیں تو کھڑکی کھول دیں اور اس کے قریب رہیں تاکہ سانس لینا آسان ہو۔ کمرے میں دھواں بھر جانے کی صورت میں اس میں شامل زہریلی گیس کاربن مونو آکسائیڈ دماغ کے عمل کو سست کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان سوتے سوتے نیم بے ہوشی اور پھر موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انسان کو کسی بھی قسم کا ردِ عمل دینے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

پھیلاؤ روکنے اور مدد میں آسانی:

معمولی آگ سے گھبرا کر لوگ بھاگ جاتے ہیں اور آگ پھیل جاتی ہے ایسے میں کچھ چھوٹے چھوٹے عمل نقصان میں کمی کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے تو لوگ بجلی کی فراہمی کو معطل کریں کیونکہ بجلی کی تاریں جل کر مزید شارٹ سرکٹ اور کرنٹ لگنے کے واقعات کا سبب بنتی ہیں۔ اکثر ریسکیو اہلکار بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اندھیرے کی پرواہ کیے بغیر اسے منقطع کرنا چاہیے۔

آپ ایسی جگہ پھنس گئے ہیں جہاں سے چھلانگ لگانی ضروری ہو جائے تو قدموں پر بیٹھ کر نہ لگائیں بلکہ اپنے ہاتھوں پر باہر لٹک جائیں۔ اس طرح آپ 7 فٹ تک فاصلہ کم کر لیں گے۔ اس طرح کمرے میں موجود رسی، چادر، کمبل کو استعمال کریں۔ ایک سرا کسی پائپ یا بیڈ سے باندھ دیں، دوسرے سے لٹک جائیں۔ اگر نچلی منزل پر آگ لگی ہے تو کھڑکیاں دروازے بند کر لیں۔ اس آگ کو آپ تک پہنچنے میں کئی گھنٹے بھی لگ سکتے ہیں۔

بڑی عمارتوں سے نکلنے کے لیے لفٹ کی بجائے سیڑھیوں کا استعمال کریں کیونکہ وہ کسی بھی وقت بجلی بند ہونے سے بند ہو سکتی ہے، اور یوں آپ ایک نئی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اِس لیے سیڑھیوں کے ذریعے اترنے کی کوشش کریں۔ اگر آگ نیچے سے اوپر کی جانب لگی ہے تو نیچے جانے کے بجائے عمارت کی چھت پر جانے کی کوشش کریں وہاں آپ زیادہ دیر تک محفوظ رہ سکیں گے۔

بچے نالائق ہی اچھے

میں کراچی میں ایک صاحب کے گھر گیا، ان کا بیٹا بہت اچھی طرح انکی خدمت کر رہا تھا، میں نے بیٹے کی تعریف کی تو وہ صاحب ہنس پڑے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا، میرے پانچ بیٹے ہیں، چار لائق اور یہ ایک نالائق، آج سارے لائق ملک سے باہر بیٹھے ہیں جبکہ یہ ایک نالائق دن رات میری خدمت کرتا ہے، میں اسے دیکھتا ہوں اور دل ہی دل میں کہتا ہوں "بچے نالائق ہی اچھے۔"

پہلا قدم شرط ہے

سیکھنے سکھانے کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو تمام قسم کی حدود وقیود سے آزاد ہے۔ کائنات کا ہر جزو، ہر عنصر، ہر واقعہ، بلکہ کائنات کی عمر کا ہر گزرا ہوا پل اور گزرنے والا پل اپنے اندر ایک سبق سموئے ہوئے ہے۔ جیسے غلاف میں لپٹا ایک تحفہ، کیونکہ احبابِ دانش جانتے ہیں علم ایک قیمتی تحفہ ہے جو آسمانوں سے اترتا ہے۔ بس اُس غلاف کے کھلنے کی دیر ہوتی ہے پھر انسان شاگرد اور کائنات کا ہر مظہر اُس کا استاد!!

کبھی طلوعِ آفتاب کے منظر کا بغور جائزہ لیا جائے تو ایک بہت خوبصورت چیز دیکھنے کو ملتی ہے۔ جب سورج کی پہلی کرن زمین پر پڑتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ زمین کا چہرہ کھل کھلا اٹھا ہو۔ بالکل اُسی طرح جیسے ایک معصوم بچے کی بے نیاز سی مسکراہٹ ہوتی ہے۔ بالکل ایسے جیسے ایک نرم و گداز سی کونپل خشک و بنجر زمین کی زینت بنتی ہے۔ سورج کی وہ پہلی کرن جو رات کے گھٹاٹوپ اندھیروں کو ختم کر دیتی ہے بہت پُر اسرار، بہت مضبوط اور طاقتور ہوتی ہے۔ اور ساری داستاں بس اُسی ایک پہلی کرن کی ہی تو ہوتی ہے۔ پھر اُس کے بعد تو سب کچھ روشن ہوتا چلا جاتا ہے۔ عیاں ہوتا چلا جاتا ہے۔ عین اُسی طرح جب گھٹن اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو ٹھنڈی ہوا کا وہ پہلا جھونکا ہی ہوتا ہے جو پیامِ زندگی بن جاتا ہے۔ پانی جب بالکل ساکت و جامد ہوتا ہے تو وہ پہلی جنبش ہی ہوتی ہے جو اُس کے جمود کو توڑ کر اُسے لہروں اور پھر بپھرے طوفان کی شکل دے دیتی ہے۔ خشک و بنجر زمیں پر بھی اللہ کے حکم سے بارش کے لطف و کرم کا آغاز پہلی بوند سے ہی ہوتا ہے۔ خاموشی اور سکوت میں کہیں دور سے پیدا ہونے والی آواز کی وہ پہلی لہر ہی ہوتی ہے جس کے بعد ہمیں لفظ ''شور'' سے آشنائی ملتی ہے۔ بچے کے رونے کی وہ پہلی آواز ہی تو ہوتی ہے جو اُس کی ماں کے کانوں میں سات سُروں سے زیادہ رس گھولتی ہے۔ آغازِ زندگی بھی بس پہلے سانس ہی سے ہوتا ہے اور اس کے بعد تو آغاز اختتام تک خود بخود بحکمِ الٰہیٰ چلتا ہی چلا جاتا ہے۔ کسی بھی عمارت، دیوار کی تعمیر پہلی اینٹ لگانے کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔ کوئی بھی کتاب، کہانی یا سوچ۔۔۔ بس پہلے خیال، واقعے کی طلب گار ہی تو ہوتی ہے۔ پھر اُس کے بعد کڑی سے کڑی ملتی چلی جاتی ہے۔ بلندی پر پہنچنے کے لیے بھی پہلی سیڑھی پر چڑھنا لازمی ہے۔ حُسن کی وہ پہلی تجلّی ہی تو ہوتی ہے جو عشق کی آگ بھڑکانے میں چنگاری کا کردار ادا کرتی ہے۔ محبت بھری ایک پہلی نظر ہی تو ہوتی ہے جو نفرتوں کے سیاہ، گہرے اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔ غلط راستے پر سفر کا آغاز بھی پہلی غلطی ہی سے ہوتا ہے۔ روح جب گناہوں کے بوجھ تلے سسک رہی ہو تو معافی اور توبہ کا وہ پہلا آنسو ہی ہوتا ہے جو نیکی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ زندگی اور کائنات کا کوئی بھی ایسا عمل نہیں جو مکمل ہونے سے پہلے شروع ہونے کے عمل سے نہ گزرا ہو۔

★

جی ہاں قارئین یہ پہلا مرحلہ، پہلا قدم، پہلی سیڑھی، پہلی کوشش، پہلی آرزو بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ بسا اوقات جب زندگی تھک جائے، تلخیاں سہتے سہتے زندگی کے چہرے پر پژمردگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں، جب حوصلے ٹوٹ رہے ہوں، ارادے مضمحل ہو رہے ہوں، زندگی کی کشتی حالات وواقعات کے بھنور میں پھنس چکی ہو، وہ وقت یا تو کامیابی اور عروج کا آغاز ہوتا ہے یا پھر ناکامی اور مایوسی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں وہ ''پہلا قدم'' ہی پُراسرار طاقت ہوتی ہے جو اگر مثبت سمت میں اٹھایا جائے یا تو انسان کو مقدّر کا سکندر بنا ڈالتا ہے۔ بس حوصلہ پیدا کرنا پڑتا ہے، لڑنا پڑتا ہے، جھگڑنا پڑتا ہے، جان مارنی پڑتی ہے!!! اور پھر وقت آتا ہے جب انسان مسکراتا ہے بالکل اُسی طرح جس طرح رُخِ زمیں، جب اُس پر سورج کی پہلی لطیف مگر مضبوط اور طاقتور کرن پڑتی ہے اور اُس کی تمام تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ وہی پہلا قدم منفی راہ کی جانب اٹھ گیا تو مایوسیوں کے گھٹاٹوپ اندھیرے اُس کے منتظر ہوں گے۔ اور جب مایوسی اپنے ڈیرے جمالے تو پھر بے راہ روی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ تو احبابِ کرام روشنی اور تاریکی کا سفر بس ''پہلے قدم'' پر منحصر ہے۔

مگر بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے ہم ہر طرف پھیلے اس "Initiative" کے پیغام کو سمجھ نہیں پاتے، دیکھ نہیں پاتے، اس پر غور نہیں کر پاتے۔ یا پھر شاید ہم دیکھتے ہیں اور بس سمجھنا نہیں چاہتے۔ ہماری معاشرتی زندگی کے بہت سے مسائل صرف اس ''پہلے قدم'' کے انتظار میں حل نہیں ہو پاتے حتّٰی کہ ہم ان مسائل کے گرداب میں دھنستے چلے جاتے ہیں، گھٹن کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں، اور پھر آہستہ آہستہ ہم اُس حالت کو بدلنے کی بجائے "Adopt" کر لیتے ہیں اور یہ حالت میری ناقص رائے میں موت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

آج جب میں اپنی قوم، اپنے معاشرے کو دیکھتا ہوں تو مجھے صرف اُس ''پہلے قدم'' کا فقدان بلکہ شدید فقدان نظر آتا ہے۔ ہم میں سے ہر کوئی معاشرتی، معاشی اصلاح کا خواہشمند بھی ہے اور اُس کا تقاضا بھی کرتا نظر آتا ہے مگر ہم سب بس ایک نکتے پر آکر پھنس جاتے ہیں اور اُس نکتے کی تعریف ہے ''آخر میں ہی کیوں؟ کوئی دوسرا کیوں نہیں؟''۔ اور پھر ہماری سب نیک خواہشات اور نیک ارادے ریت کے ذرّوں کی مانند ہاتھوں سے پھسلتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا کہ کب ہم حالات کے گرداب میں جکڑتے بلکہ حالات کو "Adopt" کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہم سب اپنی اپنی زندگی خودغرضی کی گاڑی پر سوار گزارتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن قارئین ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی سنّت ہے کہ وہ اُس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتا جب تک وہ خود کوشش نہ کرے اور ''پہلا قدم'' نہ اُٹھائے۔ اللہ پاک ہمیں بھلائی کی پہل کی توفیق عطا فرمائے۔

★

الف

اس کے گھر کی گلی خاصی طویل، تنگ، ٹوٹی پھوٹی اور بے حد گندی تھی۔ نہ وہاں کوئی کوڑا اٹھانے آتا تھا، نہ نالی صاف کرنے اور یہ کام اس دن ہوتا جب مکینوں کا میونسپلٹی کے جمعداروں سے لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ ہوتی اور پھر محلے والے مل کر جمعدار کے خلاف درخواست دیتے اور اس دن میونسپل کمیٹی کسی نہ کسی کو صفائی کے لیے بھیج دیتی۔ یہ سالوں سے ہو رہا تھا۔ نہ جمعدار کی ڈھٹائی میں تبدیلی آئی تھی اور نہ محلے والوں کے ثابت قدمی اور بے نیازی میں۔

وہ آٹھ گھنٹے کی شفٹ میں صرف دو سین کروا سکی اور تین بسیں بدل کر تھکی ہاری اپنی گلی میں شام سے کچھ پہلے داخل ہوئی تھی۔ نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں اور ایک لمحے کو اس کا دل چاہا کہ وہ اسی گلی میں سونے کے لئے لیٹ جائے اور گلی میں اگر جگہ جگہ اسے گندگی نظر نہ آتی تو شاید وہ یہ کر بھی بیٹھتی۔ آج اس کی ذہنی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔

سامنے آتے جھومر نے اسے دیکھتے ہی تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

"ہماری ہیروئن آگئی۔" وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ اس محلے میں فی الحال اس کے علاوہ کوئی بھی TV میں کام کرنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا. اس لئے جھومر اسے بلاوجہ محلے کی شان بنائے بیٹھا تھا۔

"السلام علیکم مومنہ باجی! میں کیسی لگ رہی ہوں۔" اس نے مومنہ کو سلام کرتے ہی جیسے اس سے اپنی "تیاریوں" کی داد لینا چاہی۔

"ہمیشہ اچھی لگتی ہو جھومر۔" اس نے غور کیے بغیر اسے کہا۔ وہ رک کر مزید بات چیت نہیں کرنا چاہتی تھی جو جھومر کی خواہش رہتی تھی۔

"بس مومنہ باجی آپ اسٹار ہیں تو نظر بھی آپ کی سٹار والی ہے باقی اس محلے میں تو کوئی آپ جیسا ہے ہی نہیں اسی لئے تو آپ پر اتنا بھروسہ کرتی ہے جھومر۔" جھومر نے بولنا شروع کیا اپنا دوپٹہ گلے میں سیدھا کرتے اور بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے یہ خیال ہی نہیں رہا کہ مومنہ اس کے پاس کھڑی بھی ہے یا نہیں اور جب اس نے دیکھا مومنہ جا چکی تھی۔

"مومنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مومنہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ اپنے گھر کے دروازے سے ابھی بہت فاصلے پر تھی جب اپنے عقب میں کسی کو اپنا نام پکارتے سنا وہ بے اختیار پلٹی ایک مڈل ایجڈ چھوٹے قد اور بھاری وجود کی عورت پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اس کی طرف آرہی تھی۔ وہ مالک مکان تھی وہ بہت دیر سے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی مومنہ کو یاد آیا

★

کہ اس نے ابھی اس مہینے کا کرایہ دینا تھا ذہن میں کوئی بہانہ ڈھونڈتے ہوئے اس نے مالک مکان کو سلام کیا جو اب اس کے قریب آ گئی تھی

"السلام علیکم عذرا باجی۔"

"وعلیکم السلام۔ اف تم نے تو دوڑ لگوا دی کب سے آوازیں دے رہی ہوں تمھیں پر مجال ہے تم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ہو۔" اس عورت نے بڑی خوشدلی سے سلام کا جواب دیتے ہوئے گلہ کیا۔

"بڑی معذرت میں نے آواز سنی نہیں آپ کی۔" مومنہ نے مالک مکان سے کہا۔

"ہاں ہاں بھئی اسٹار ہو تم کہاں سنو گی ہمارے جیسوں کی آوازیں؟ ثریا سے کہہ رہی تھی کہ کیا ایکٹنگ کرتی ہے تمہاری بیٹی ماشااللہ۔ سوپ دیکھ رہی ہوں تمھارا۔" عذرا نے پھولی ہوئی سانس بحال کیے بغیر اس کی تعریفیں شروع کر دی تھیں۔ مومنہ کچھ ریلیکس ہوئی اس کا مطلب تھا فی الحال کرائے کے لیے کچھ دن اور مل سکتے ہیں۔

"بہت شکریہ خالہ بس آپ کا پیار ہے۔" اس نے انکسار سے کہا۔

"بس اب سوپ چھوڑ کو سیریل کرو۔۔۔۔۔۔ کوئی بڑا رول کرو۔" انہوں نے ساتھ ہی مشورہ دیا۔

"جی آجکل ایک سیریل بھی کر رہی ہوں۔" اس نے ایک طرح سے انکشاف کیا۔ اگر انہیں مرعوب کرنے سے کچھ اور دن مل جائیں کرایہ دینے کے لئے تو کیا برا تھا۔

"ارے واہ، یہ تو بڑی خبر ہے۔ کون کون ہے سیریل میں؟" انہوں نے فورا پوچھا۔

"نشا ہے؟"

"اور تمہارا رول کیا ہے؟"

"چھوٹا رول ہے خالہ۔"

"چلو کوئی بات نہیں بڑا ابھی ملے گا۔ نشاء کو میرا بتانا کہ میں فین ہوں اسکی۔"

"جی ضرور" مومنہ نے حامی بھر لی۔

"ارے ہاں جس بات کے لیے تمہیں روکا تھا وہ تو ذہن میں ہی نہیں رہی۔" وہ بالآخر مدعے پر آ گئیں۔

★

"تمہارے گھر گئی تھی۔ جہانگیر کو دیکھا تو بڑا افسوس ہوا جہانگیر سامنے تھا، تو ثریا سے کہنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔" ان کے چہرے پر ہمدردی کے تاثرات تھے۔" مجھے پتا ہے خالہ کرایا لیٹ ہو گیا ہے اس بار بھی لیکن میں ایک ہفتے تک دے دوں گی آپ کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس ہفتے سیریل کا چیک مل جائے گا۔ اس نے بڑے نادم انداز میں ان سے کہا۔

"نہیں نہیں کرائے کی تو کوئی بات نہیں وہ دے دینا تم۔۔۔۔۔۔مجھے گھر خالی کروانا ہے۔" وہ قدرے جھجک کر بولیں۔ ایک لمحے کے لئے مومنہ کی سانس رکی۔

"گھر خالی کروانا ہے؟" وہ بے یقینی سے بولی۔

"ہاں بیٹا وہ بس میرا بیٹا اپنا گھر بنوا رہا ہے تو پیسے کم پڑ گئے ہیں اس لیے اب یہ والا گھر بیچنا پڑے گا۔" انہوں نے وضاحت دی۔

"لیکن خالہ اتنا اچانک۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ بے حد پریشان ہو گئی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں وقت تو دیں گے تمہیں۔ مہینہ دو مہینہ۔۔۔۔۔۔۔ آرام سے گھر ڈھونڈو آخر میں فین ہوں تمہاری۔ میں اب چلتی ہوں درزی کے پاس بھی جانا ہے مجھے اور سیریل جب چلنا شروع ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ اوکے خدا حافظ۔ وہ اسی طرح تیز تیز کہتی ہوئی چلی گئی اور مومنہ وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ وہ ہوں ہاں بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ واقعی منحوس دن تھا۔ مگر اس کی زندگی میں ایسے دنوں کی اتنی بھرمار تھی کہ اسے اب ان کی شناخت بھی بھول گئی تھی۔

تو اب یہاں ایک اور مسئلہ ہو گا نیا گھر ڈھونڈنا۔ اس نے چلنا شروع کر دیا اپنے گھر کے دروازے کے آگے لگا پردہ ہٹا کر اس کا دل چاہا وہ وہیں گر جائے کسی میراتھن میں حصہ لینے والے رنر کی طرح جو فنشنگ لائن تک پہنچتے پہنچتے ڈھے جانے کی خواہش جیتنے کی خواہش سے زیادہ کرنے لگتا ہے۔ اپنا بیگ صحن میں بچھی چارپائی پر پھینکتے ہوئے اس نے صحن کے کونے میں لگے بیسن کا نل کھول کر چہرے پر چھینٹے مارنا چاہے اور نلکے سے "غراہٹوں" کے علاوہ کچھ برآمد نہیں ہوا اور اس کا دل عجیب طرح ڈوبا وہ اس وقت پسینے سے شرابور تھی اور منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد غسل خانے میں جا کر نہانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔۔ مگر پانی ہی نہیں تھا۔

اس نے صحن میں کپڑے دھونے والی جگہ پر پڑی بالٹی دیکھی جو بھری ہوئی تھی پھر پانی سے منہ پر چھینٹے مارنے لگی۔

"پانی کی پائپ لائن پھٹ گئی ہے وہاں سڑک پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پورے محلے والے جمع ہیں۔ صبح سے وہیں سے پانی لا رہے ہیں۔ اب دیکھو کب ٹھیک کرتے ہیں میونسپل کمیٹی والے۔" اس نے اپنے عقب میں اچانک ثریا کی آواز سنی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اس نے اپنے چھوٹے بھائی جہانگیر کی آواز سنی تھی۔

★

"آپا تم آ گئیں۔۔۔۔۔۔۔" یہ جملہ وہ ہر روز اس کے آنے پر کہتا تھا۔ اس کے گھر داخل ہوتے ہی وہ اس کے قدموں کی چاپ سن کر باہر آ جاتا تا۔ اس سے دن بھر کی کارگزاری سننے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شوٹنگ پر ہونے والے واقعات کس نے کس سے کیا کہا، کون کس سے لڑا، کون کس کے ساتھ افیئر چلا رہا ہے، کون فلرٹ کر رہا ہے، اس کی پرفارمنس نے کتنوں کو متاثر کیا اور سین میں کس کس نے اسے داد دی۔ اس کا سوالنامہ روز ایک جیسا ہوتا تھا مگر مومنہ کو روز نئے سرے سے اس کی تیاری کرنا پڑتی تھی۔ باہر اور شوبز کی دنیا کے ساتھ وہ جہانگیر کے انٹریکشن کا واحد ذریعہ تھی اور وہ اسے entertained رکھنا چاہتی تھی۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ جہانگیر کے سوال کے جواب میں اس کا جواب بھی جہانگیر نے یقیناً رٹا ہوا ہو گا۔ وہ اس سوال کا جواب ہمیشہ اس سوال سے دیا کرتی تھی اور پھر اس کا جواب جہانگیر کی زبان پر ڈھونڈنے کے بجائے اس کے چہرے اور باڈی لینگویج سے ڈھونڈتی تھی کیوں کہ جہانگیر کی زبان پر ہمیشہ جھوٹ ہوتا تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ اور وہ اس کا چہرہ کھوجنے لگی۔ وہ ویسا ہی تھا جیسا روز ہوتا تھا۔ وہی حلقے، وہی پھیکی پھیکی زرد رنگت، وہی سیاہ ہونٹ، وہی آنکھوں کے گرد سوجن، وہی مرجھائی ہوئی آنکھیں اور وہی کھڑے رہ پانے کی جدوجہد۔ وہ گردوں کی بیماری کے باعث ڈائیلائسز کروا رہا تھا اور مومنہ سلطان رقم جمع کرنے میں مصروف تھی۔ جس سے وہ اس کا گردہ ٹرانسپلانٹ کروا لیتی۔ وہ ایک ہی وقت میں بہت سے محاذوں پر جنگیں لڑ رہی تھی اور ہر جنگ ہار رہی تھی۔

"آپا آج کیسا گزرا سیریل کے سیٹ پر تمہارا پہلا دن؟" جہانگیر اس کی کھوجتی آنکھوں کو خود سے ہٹانا چاہتا تھا۔ "میں سو کے اٹھ جاؤں پھر بتاؤں گی۔" اس نے اندرونی کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کھانا تو کھاتی جاو۔" ثریا نے اس سے کہا۔ 'وہ بھی سونے کے بعد۔" اس نے مڑے بغیر ماں سے کہا تھا یہ پوچھے بغیر کہ پکا کیا تھا۔ دال، آلو، کدو، گوبھی، چاول۔۔۔۔۔۔۔ وہ مینیو کی فہرست اور ترتیب سے واقف تھی اور اسے یہ بھی پتا تھا کہ جب تک کرایا ادا نہیں ہو جاتا مینیو میں گوشت کی انٹری نہیں ہو سکتی۔ اور وہ گوشت کی شوقین تھی بھی نہیں۔ ڈراموں کے سیٹس پر اسے سب کچھ مل جاتا تھا۔ ثانوی کرداروں میں بھی اچھا کھانا یا کم از کم وہ کھانا جو اس کے گھر سے بہتر ہوتا تھا اور کھانے کے بارے میں اب سوچتا بھی کون تھا۔ زیادہ تر وہ سوچتی تھی وہ کھانا کھانے کے بارے میں تھا۔۔۔۔۔ کیا کھانے کے بارے میں نہیں تھا۔

چادر کو چہرے پر کھینچتے ہی وہ جیسے سکون کی وادی میں اتر گئی تھی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک چادر خود پر تان کر سویا کرتی تھی۔ وہ چادر نماز خیمہ جیسے اس کی حفاظتی دیوار تھی۔ جو کچھ لمحوں کے لئے اسے ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ اس چادر کے اندر اسے اپنے وجود کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ نہ گھر کی دیواروں سے اترا سیمنٹ، یا برسات میں چھت سے ٹپکتا پانی، نہ گھر کا مرمت طلب فرنیچر، نہ جہانگیر کا بیمار چہرہ، نی ثریا کی مجبور نظریں، نہ سلطان کی اداس آنکھیں۔ اس چادر کے اندر مومنہ سلطان کو صرف مومنہ سلطان نظر آتی تھی جو صرف اپنے ساتھ ہوتی تھی۔ کچھ دیر نیند کی آغوش میں جانے سے پہلے وہ چادر

کے اندر آنکھیں کھولے اس چادر کی چھت کو دیکھتی رہتی اور اور اس خالی پن میں سکون محسوس کرتی تھی۔ جیسے کسی نے نے سلیٹ پر لکھی گئی تحریروں میں کچھ دیر کے لئے بس اسے صاف کر کے بتادیں اور سلیٹ بلکل خالی ہو پنکھے کی گر گر کی آواز ہوا کے ذریعے اس کی چادر کو ہلانے اور سہلانے میں مصروف تھی اور باہر صحن میں ثریا اور جہانگیر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اس چادر کے اندر وہ بند آنکھوں سے ان کی آوازیں سن رہی تھی۔

"مجھے پتا ہے پہلا سین دیکھتے ہیں ڈائریکٹر اور سارے ایکٹر متاثر ہو گئے ہوں گے آپا سے۔۔۔۔۔۔۔شاید تالیاں بھی بجائی ہوں۔ ہو سکتا ہے اگلا سیریل بھی دینے کی بات کر رہے ہوں۔" جہانگیر dreamer تھا اور اون سلائیوں کے ساتھ ایک خواب کے ادھڑے دھاگوں کے ساتھ دوسرا خواب بننے کا عادی تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے چادر کے اندر سوچ رہی تھی۔

"ہاں کوئی لمبی سیریل مل جائے تو تمہارا گردہ ٹرانسپلانٹ کروالیں گے فورا۔۔۔۔۔۔سیریل کے پیسے بھی تو بہت ملتے ہیں ہیرو ہیروئن کو۔"

اس نے ثریا کی آواز سنی۔ مومنہ کی ہر کامیابی ثریا اور سلطان کے نزدیک جہانگیر کی زندگی بچانے کے قدموں کی طور پر گر گنی جاتی تھی اب مومنہ یہ کرے گی تو جہانگیر کو یہ مل سکتا ہے، یہ کرے گی تو جہانگیر کے ساتھ یہ ہو جائے گا اور یہ ہو گا، تو وہ سانپ سیڑھی کا پورا بورڈ کسی سانپ کے زہر کا شکار ہوئے بغیر اپنے بھائی کے ساتھ پار کر جائے گی وہ اس سے آگے کچھ سوچ نہیں پائی۔ نیند مہربان تھی اور زندگی نامہربان۔

(بقیہ آئندہ شمارمیں)

نظم

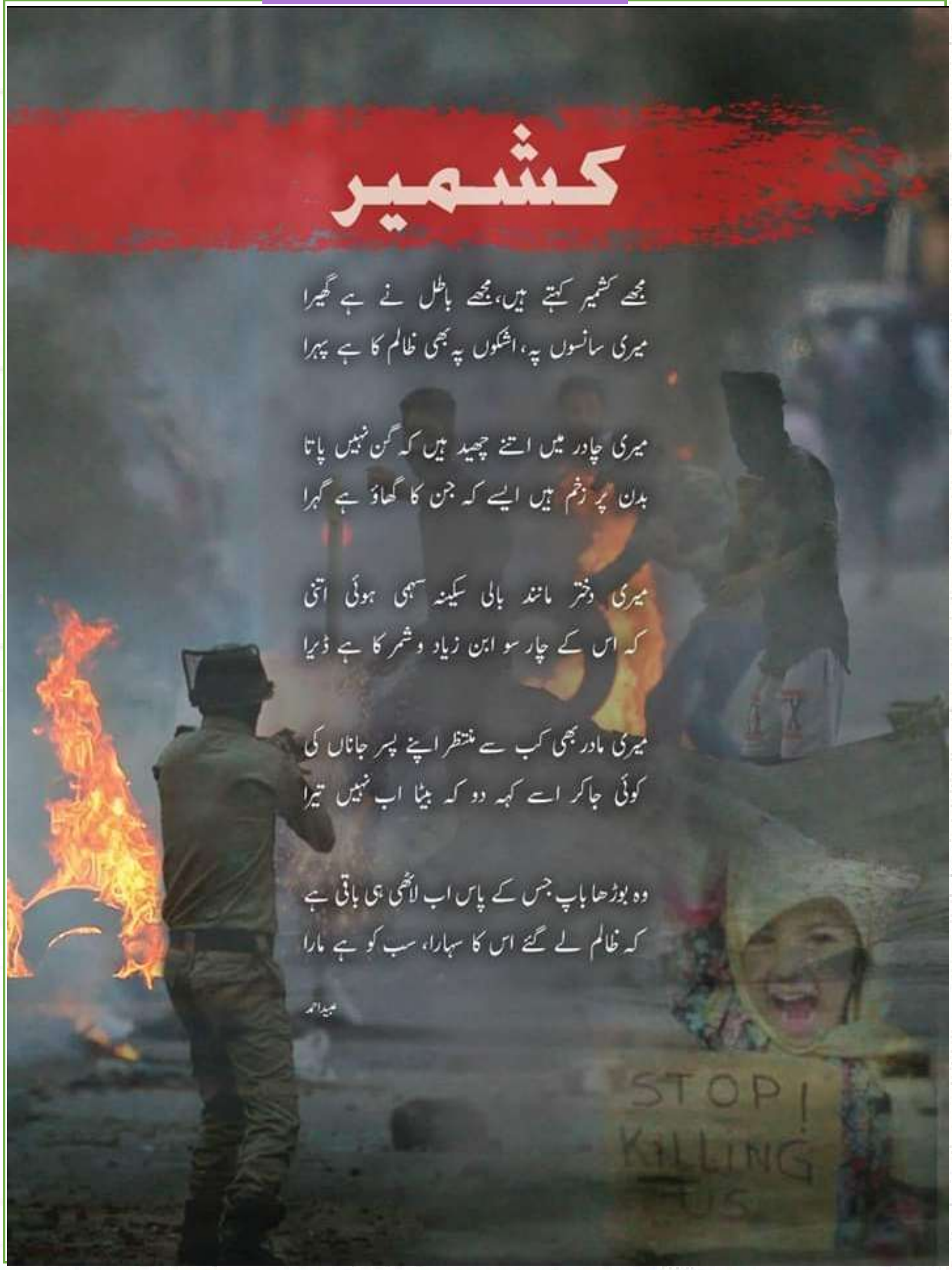

کشمیر

مجھے کشمیر کہتے ہیں، مجھے باطل نے ہے گھیرا
میری سانسوں پہ، اشکوں پہ بھی ظالم کا ہے پہرا

میری چادر میں اتنے چھید ہیں کہ گن نہیں پاتا
بدن پر زخم ہیں ایسے کہ جن کا گھاؤ ہے گہرا

میری دختر مانند بالی سکینہ سہمی ہوئی اتنی
کہ اس کے چار سو ابن زیاد و شمر کا ہے ڈیرا

میری مادر بھی کب سے منتظر اپنے پسر جاناں کی
کوئی جاکر اسے کہہ دو کہ بیٹا اب نہیں تیرا

وہ بوڑھا باپ جس کے پاس اب لاٹھی ہی باقی ہے
کہ ظالم لے گئے اس کا سہارا، سب کو ہے مارا

عبیداحمد

چونٹیوں کی قطار

کیا آپ نے کبھی چیونٹیوں کی قطار کو بغور دیکھا ہے ؟ ایک سیدھی قطار میں ایک کے پیچھے ایک چلتی ہوئی یہ چیونٹیاں بظاہر بہت منظم معلوم ہوتی ہیں، لیکن اس کے علاوہ بھی یہ اپنے اندر بہت سی خصوصیات رکھتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک اوسط درجے کے (انسان) باس یا مینیجر سے کہیں زیادہ عقل مند ہوتی ہے۔ اگر کسی کو لوگوں کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ چیونٹیوں کی عادات کا بغور مطالعہ کرے۔

آئیں دیکھتے ہیں کہ اس ننھی سی جاندار میں ایسی کیا خصوصیات ہیں۔

چیونٹیاں بے حد منظم طریقے سے اپنی رہائش رکھتی ہیں۔ ان کا طرز رہائش ایک منظم طور پر قائم کیے گئے شہر کی زندگی سے خاصا ملتا جلتا ہے۔

چیونٹیاں کمیونٹیز کی شکل میں آبادیاں قائم کرتی ہیں۔ ایک کمیونٹی دوسری کمیونٹی سے نہ صرف روابط قائم رکھتی ہے بلکہ موقع پڑنے پر چیونٹیوں کی پوری کمیونٹی دوسری کمیونٹی سے باقاعدہ جنگ کرنے کے لیے بھی نکل کھڑی ہوتی ہے۔ جو کہ اتفاق کی بڑی مثال ہیں.

چیونٹیوں کی ایک سربراہ ہوتی ہے جسے ملکہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ملکہ دیگر چیونٹیوں کو بتاتی ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے اور کب کرنا ہے۔

اس ملکہ کے علاوہ یہاں نچلے درجے کا کوئی مینیجر یا باس نہیں ہوتا۔ جب کسی چیونٹی کو کسی کھانے کی شے کا پتہ چلتا ہے کہ تو یکدم وہی لیڈر بن جاتی ہے اور بقیہ چیونٹیاں اس کے پیچھے چل پڑتی ہیں۔

ان کی ایک اور خاصیت جو آج کی جدید زندگی میں اپنانے کی سخت ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ چیونٹیاں کسی فرد واحد کو خوش رکھنے یا ان کی خوشامد کرنے کے بجائے صرف اپنے کام اور مقصد (عموماً خوراک ڈھونڈنے) سے مطلب رکھتی ہیں۔

اس کے برعکس جدید دور کی انسانی زندگی میں کام کرنے سے زیادہ فکر اس بات کی کی جاتی ہے کہ اپنے سے اوپر لوگوں کو کس طرح خوش رکھا جائے۔

★

کسی چیونٹی کو جب کسی کھانے کی شے کا سراغ ملتا ہے تو وہ اپنے پیچھے مخصوص نشانات چھوڑتی ہوئی جاتی ہے جس کی دیگر چیونٹیاں بھی پیروی کرتی ہیں۔ اس طرح کم وقت میں پوری کمیونٹی خوراک کی بڑی مقدار حاصل کرنے میں کامیاب رہتی ہے جس سے ان کی محنت اور وقت کا ضیاع نہیں ہوتا۔

چیونٹیوں کی ایک اور عادت اپنے آپ کو ہر قسم کے حالات کے مطابق تیزی سے ڈھال لینا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات میں با آسانی سروائیو کر جاتی ہیں۔

★

معلومات ہی معلومات

۱: آپ کے جوتے وہ پہلی چیز ہیں جن کی وجہ سے لوگ آپ کی شخصیت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ نفیس جوتے پہنو ۔

۲: اگر آپ گیارہ گھنٹے سے زیادہ بیٹھے رہتے ہیں تو جان لیں کہ پچاس فیصد امید ہے آپ دو سال میں بیمار ہو جائیں گے ۔

۳: کم از کم چھ لوگ دنیا میں آپ کے ہم شکل موجود ہیں ۔ اور نو فیصد امید ہے کہ زندگی میں ان میں سے ایک سے آپ کی ملاقات بھی ہو گی۔

۴: تکیے کے بغیر سونے سے آپ کی کمر مضبوط ہوتی ہے۔ اور کمر درد سے آرام محسوس ہوتا ہے.

۵: کسی شخص کا قد عموماً اس کے باپ کی طرح ہو گا۔ اور وزن اس کی ماں کی طرح.

۶: انسانی دماغ تین چیزوں پر فوراً متوجہ ہوتا ہے۔ کھانا، دلکش لوگ اور خطرہ.

۷: دایاں ہاتھ استعمال کرنے والے کھانا بھی دائیں طرف چباتے ہیں.

۸: خشک ٹی بیگ ورزش کے سامان اور بدبودار جوتوں سے بدبو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں.

۹: البرٹ آئن سٹائن کے مطابق اگر زمین سے شہد کی مکھی کا وجود ختم ہو جائے تو انسانی حیات چار دن میں ختم ہو جائے گی.

۱۰: سیب کی اتنی زیادہ اقسام ہیں کہ اگر ہر روز ایک نئی قسم کا سیب آپ کھانا شروع کر دیں۔ تو بیس سال تک کھاتے رہیں گے.

۱۱: آپ کھانے کے بغیر ہفتوں تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن نیند کے بغیر صرف گیارہ دن زندہ رہ پائیں گے.

۱۲: ہنسنے مسکرانے والے لوگ خشک مزاج لوگوں سے زیادہ صحت مند ہوتے ہیں.

۱۳: سستی اسی طرح لوگوں کو ہلاک کرتی ہے جیسے سگریٹ نوشی.

۱۴: ایک انسانی دماغ وکی پیڈیا سے پانچ گُنا زیادہ معلومات جمع کر سکتا ہے.

۱۵: ہمارا دماغ دس واٹ کے بجلی کے بلب جتنی طاقت استعمال کرتا ہے.

۱۶: ہمارا جسم تیس منٹ میں اتنی حرارت پیدا کرتا ہے کہ ڈیڑھ لٹر پانی اُبالا جا سکتا ہے.

۱۷: ہر روز دس منٹ پیدل چلنا چاہیئے۔ مسکراتے ہوئے۔ اس سے ڈپریشن دور ہو جاتا ہے!!..

★

بہن کے حقوق

بہن ایک ایسا رشتہ ہے جو کسی بیک وقت دوست، مونس و غم خوار ہوتی ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جو ہر مشکل وقت میں آپ کا کا ساتھ دیتی ہے اور کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑتی۔ عورت کا سب سے خوبصورت روپ بہن کا ہے جو اپنے بھائی کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دیتی ہے اس کے لیے اپنا حق تک چھوڑ دیتی ہے لیکن جہاں تک غیرت کی بات آئی ہے وہاں انھیں جان سے مار دینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ وہاں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ آیا اس کی غلطی ہے بھی یا نہیں۔ وہ ہر حال میں گنہگار ٹھہرتی ہے۔
بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک بہن بھائیوں کے لیے اپنا حق قربان کرتی ہیں۔ بھائی ان سے بڑا ہو یا چھوٹا اس کے فیصلے چاہے درست ہوں یا غلط وہ مانتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بہن کو ساری زندگی بھائی کی خاطر اپنی جائز خواہشات بھی پورا کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور عموما اسے اپنی خواہشات بھائیوں پر قربان کر دینے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور وہ اس میں کسی قسم کی خلش محسوس نہیں کرتی اس بات کا ایک ادنیٰ کا مظاہرہ میری نظر سے گزرا جہاں ایک گھر میں موجود بہنوں کو تو آلو گوشت کے سالن میں سے آلو دیئے جاتے ہیں جبکہ بھائیوں کو گوشت کی بہترین بوٹی۔ یہ اس دستر خوان کا منظر ہے جس پر میں مہمان کی حیثیت سے مدعو تھی۔ یہ گھرانہ نہ صرف ایک تعلیم یافتہ گھرانہ ہے بلکہ ایک ایسا گھرانہ ہے جو معاشرے میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ ایسے گھرانے میں برابری کا سلوک ہونے کی بجائے بہنوں کو کہا جا رہا تھا کہ وہ بھائیوں کے لیے اپنا حق چھوڑ دیں اور یہ وہ بچے ہیں جن کی عمروں کی حد نو سے پانچ کے درمیان ہے۔ اس طرح بہنوں کے ذہن میں عملی طور پر بچپن سے یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ انھیں بھائی کی خاطر اپنا جائز حق بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ سوچ بعد میں عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ ذرا سوچیئے! پڑھے لکھے اور معاشرے میں اہم مقام رکھنے والے گھرانے کی یہ حالت ہے تو پھر ان گھرانوں کے کیا حالات ہوں گے جن میں زیادہ تر افراد ان پڑھ ہیں اور ان گھرانوں کے مالی حالات بھی بہتر نہیں، وہاں بچیوں کی زندگیاں کیسے گزرتی ہوں گی۔ ہمارے پورے معاشرے میں کم و بیش ایسے ہی رویے عام ہیں۔ بچپن سے جوانی تک بہنیں اپنے بھائیوں کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہوتی چلی آتی ہیں۔

شہری آبادی کی نسبت دور دراز، غیر تعلیم یافتہ علاقوں میں حالات زیادہ خراب ہیں جہاں آج اکیسویں صدی میں بھی اندرونِ سندھ اور اندرونِ پنجاب میں یہ رواج آج تک چلا آ رہا ہے کہ بہنوں کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے پر جان سے مار دیا جاتا ہے۔ ج اکیسویں صدی کے باسی ہوتے ہوئے بھی بہنوں کو کسی بھیڑ یا بکری سے زیادہ حیثیت نہیں دی جاتی جہاں جائداد کے بٹوارے کو روکنے کے لیے بہنوں کا نکاح قرآن سے کروا دیا جاتا ہے اور وڈیروں کی یہ بہنیں ساری زندگی تنہائی، بے کسی اور ایک ہی چار دیواری میں سسکتے گزار دیتی ہیں۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ اگر کوئی لڑکی ان روایات کو توڑے یا ان

روایات کے خلاف جانے کی کوشش کرے تو اکثروبیشتر اسیجان سے مار دیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کی تنظیمیں اس قبیح رسم پر خاموش تماشائی بنی نظر آتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں ابھی تک عورتوں اور بہنوں کے حقوق کے بارے میں شعور اجاگر نہیں گیا۔

اس کے برعکس اسلام ہر رشتے کو ایک مقدس مقام عطاء کرتا ہے۔ خصوصاعورتوں کے معاملے میں اسلام کے احکامات نہایت واضع ہیں۔ اسلام میں بہن کا اس قدر احترام ہے کہ جس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ بہنوں کے احترام کا عملی نمونہ حضرت نبی پاک ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے ملتا ہے جب حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ آپ ﷺ کے ہاں تشریف لاتی ہیں تو آقائے دوجہاں ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے اپنی چادر تک بچھا دیتے ہیں۔ یہ احترام ہے ایک بہن کا کہ ایک بہن کے احترام میں وجہ وجودِ کائنات چادر بچھا دیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل کسی بھی مذہب میں بہن کے احترام کا نہ صرف منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ پوری انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ صرف یہی نہیں بعض احادیث میں بہن کی اور قرابت داروں کی حیثیت کا بیان کچھ یوں ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ رماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ روزِ قیامت فرمائے گا۔ وہ کدھر ہیں جو ایک دوسرے کو میری خاطر محبت کرتے ہیں آج جس دن کوئی سایہ نہیں ان پر میری رحمت کا سائیہ ہو گا۔(مسلم)۔ گویا رشتہ داروں سے محبت کرنا بھی ایک نیکی ہے اور اگر اس نیکی کو پھیلایا جائے تو بہت سے مسائل از خود حل ہو جائیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ حضرت سید مالک بن ربیعہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ! کیا کوئی ایسی ہے کو میں اپنے ماں باپ کی وفات کے بعد ان ساتھ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان کے لیے دعا کرنا، ان کے واسطے استغفار کرنا، ان کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا کہ یہ صلہ رحمی ان کے رشتہ داروں کی وجہ سے ہے۔(ابوداؤد)

کہا جاتا ہے کہ جب تم اپنی بہن کے گھر جاؤ تو اپنی بساط کے مطابق کچھ لے جاؤ کیونکہ تمہاری بہن کا تم پر حق اسے والدین کی وراثت سے ملا ہے اور انتہائی بدنصیب ہے وہ شخص جس کی بہن اس سے ناراض ہو اور اس کی یا اس کی بہن کی موت واقع ہو جائے ۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں یہ پاکیزہ رشتہ عطاء کیا اور تمھیں تمھارے دکھوں کا سہارا عطاء کیا۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہے اور نہ بول چال بند رکھے۔ بہن کا رشتہ ایسا جس کو جوڑے رکھنے اور مضبوط رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ درگرز کی راہ اپنائی جائے ۔ اور ناراضگیوں کو بہت زیادہ طول نہ دیا جائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بہن، اور قرابت داروں سے اس حد تک بدگمان نہ ہو کہ تم یا وہ موت کی راہ دیکھ لیں اور دوسرے کو ساری زندگی اس ناراضگی پر افسوس یا کسک رہے۔ صلہ رحمی ہر رشتے کی

مضبوطی اور خوبصورتی کی ضامن ہے۔

اسلام ایک احسن معاشرہ کی تعمیر کا خواہش مند مذہب ہے۔ اسلام وہ واحد جو ہر رشتے کے حقوق کی وضاحت کرتا ہے اور معاشرے کی اکائی کا ضامن ہے۔ اگر اسلام کی جزیات پر عمل کیا جائے تو کوئی بھی معاشرہ ایک فلاحی معاشرہ بن سکتا ہے۔ اسلام میں ہر ایک رشتے کو ایک مخصوص اہمیت حاصل ہے۔ بہن کے معاملے میں اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ پیار محبت کا سلوک کیا جائے۔ اس کی تعلیم و تربیت میں والدین کا ہاتھ بٹایا جائے۔ اور اگر باپ حیات نہ رہے تو بھائی کو باپ بن کر اس کی کفالت کرنا چاہیے۔ شادی کے بعد بھی اس کی خبر گیری کی جائے اور اگر اسے کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس مسئلے کو احسن طریقے سے حل کیا جائے۔ ایک اچھے دوست کی طرح اس کا دکھ درد بانٹا جائے۔ اس کے حقوق کو ہرگز ہرگز صلب نہ کیا جائے اور اگر وہ اپنے حقوق سے خود دست بردار بھی ہو جائے تو ان کو ان کا جائز حق ادا کریں۔ اگر ہر شخص دوسرے کا حق ادا کرتا رہے تو معاشرہ فلاحی معاشرہ بن سکتا ہے۔

آج کل کے بچے ان کے سوالات اور ہماری

وہ آج اسکول سے نکلا تو اداس تھا۔ باپ نے پوچھا کیا بات ہے بیٹا آپ پریشان کیوں ہو بیٹے نے جواب دیا بابا آج میرے ایک کلاس فیلو کا نیا بیگ ٹوٹ گیا ہے۔ باپ نے پوچھا تو اس میں آپ کیوں پریشان ہو کون سا آپ کا بیگ ٹوٹا ہے؟ اس نے اپنے باپ سے سوال کیاَ۔

بابا اگر میرا نیا بیگ ٹوٹ جاتا تو آپ مجھے کیا کہتے؟ باپ کے لیے یہ سوال کافی حیران کن تھا۔ بہر حال اس نے کچھ دیر توقف کے بعد جواب دیا کہ بیٹا میں آپ سے وجہ پوچھتا کہ ایسا کیوں ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے؟ بیٹے نے پھر پوچھا نہیں بابا آپ نے مجھ پہ غصے ہونا تھا؟ باپ نے جواب دیا نہیں بیٹا میں آپ کو سمجھاتا کہ جو ہو گیا ہے اس کو چھوڑو آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔
باپ نے اسے نصیحت کی کہ..بیٹا جو چیز واپس آسکتی ہے اس کے لیے کبھی لڑائی نہیں کرنی۔
ابھی وہ بیٹے کو مطمئن کر کے بیٹی کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ بیٹے کی طرف سے ایک اور سوال آیا جو کہ پہلے سے زیادہ عجیب تھا۔ بیٹے نے پوچھا:۔ بابا اس کے بیگ کے ٹوٹنے سے مجھے کیوں تکلیف ہوئی ہے؟ باپ نے جواب دیا بیٹا آپ کے اندر ایک بہت اچھا اور نرم دل بچہ ہے جس کو کسی اور کے نقصان پر تکلیف ہوئی ہے۔
اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دل میں دوسروں کے لیے درد ہے۔ باپ نے بات ختم کرتے ہوئے دونوں بچوں کو گھر اتارا اور کھانا کھانے کی تیاری کرنے لگے۔ اگلی شام کو وہ دوبارہ اپنے باپ کے پاس آیا اور سوال کرنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر پوچھا: بابا آپ کہتے ہیں کہ ساری چیزیں، سارے بندے اور ساری دنیا اللہ پاک نے بنائی ہے تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ اللہ پاک کو کس نے بنایا ہے؟ اپنی حیرانگی پر غیر محسوس طریقے سے قابو پاتے ہوئے باپ نے جواب دیا: بیٹا اللہ پاک کو کسی نے نہیں بنایا وہ شروع سے لے کر آخر تک موجود ہیں۔ دنیا ختم ہو جائے تب بھی وہ موجود ہے۔ شاید اسے بات پوری طرح سمجھ نہیں آئی تھی اسلئے فورا بولا: اچھا یہ بتائیں اللہ پاک سے پہلے کون تھا؟ اس سے پہلے کہ خفگی کے تاثرات نمایاں ہوتے اور باپ بچے کو ڈانٹ دیتا؛ باپ نے بڑے اطمینان سے کہا..دس سے الٹی گنتی گنو..اس نے الٹی گنتی شروع کر دی اور زیرو پر پہنچ کر رک گیا۔
باپ نے فورا سوال کیا..بیٹا زیرو پر رک کیوں گئے ہو اس سے پیچھے کیا ہے؟ بیٹا بولا بابا اسکے پیچھے تو کچھ نہیں ہے۔ باپ نے فورا اسی کی بات کو آگے بڑھایا اور کہا بیٹا اسی طرح اللہ پاک کے پیچھے بھی کچھ نہیں ہے۔ ہر طرف اور ہر جگہ اللہ پاک ہے۔
لاجواب تو وہ ہو گیا تھا لیکن مطمئن نہیں۔ باپ نے صورتحال کو تبدیل کرتے ہوئے اسے کوئی اور کام کہہ دیا۔ اس بچے کا پورا نام محمد عبداللہ کاشف ہے اور وہ مصنف کا بیٹا ہے۔ حضور والا سوال تو کئی اٹھتے ہیں لیکن میں صرف چند کی طرف توجہ مبذول کروانا

★

چاہوں گا: ا کیا ہم اپنی رکی ہوئی سوچ کے ساتھ آج کل کے بچوں کی تربیت کر سکتے ہیں؟ ۲: کیا ہماری ہر وقت کی ڈانٹ بچے کے لیے صحیح ہے؟ ۳: کیا ہمارے پاس بچوں کے سوالات کے جوابات ہیں؟ ۴: کیا ہم میں بچوں کو سمجھانے کے لیے بچوں کے لیول پر جانے کی صلاحیت موجود ہے؟ ۵: کیا ہم بغیر کوئی روک ٹوک کیے بچے کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں؟ ۶: کیا ہمیں اپنے سمجھانے /روک ٹوک کرنے کے انداز کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے؟ میں اس سارے سوالات کے جوابات آپ لوگوں پر چھوڑتا ہوں. اس امر کی شدّت سے ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو بہتر بنائیں تا کہ آنے والی نسل کی تربیت ہو سکے. اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بچوں کو اچھی طرح سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا کرے. اللہ پاک آپ کا حامی و ناصر ہو. آمین

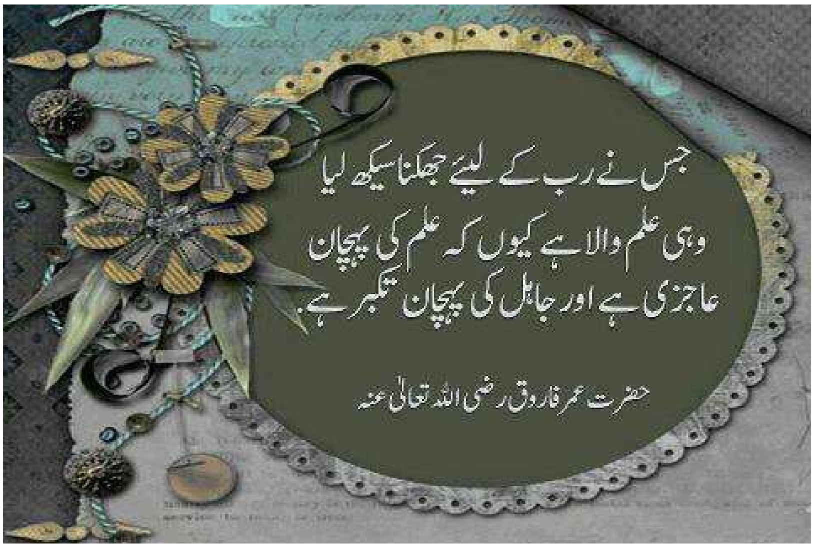

95MB/s
SD CARD
SECURED DIGITAL CARD
SanDisk

JPEG
JOINT PHOTOGRAPHIC EXPERTS
GROUP

IP
INTERNET PROTOCOL

DVD
DIGITAL VIDEO DISK

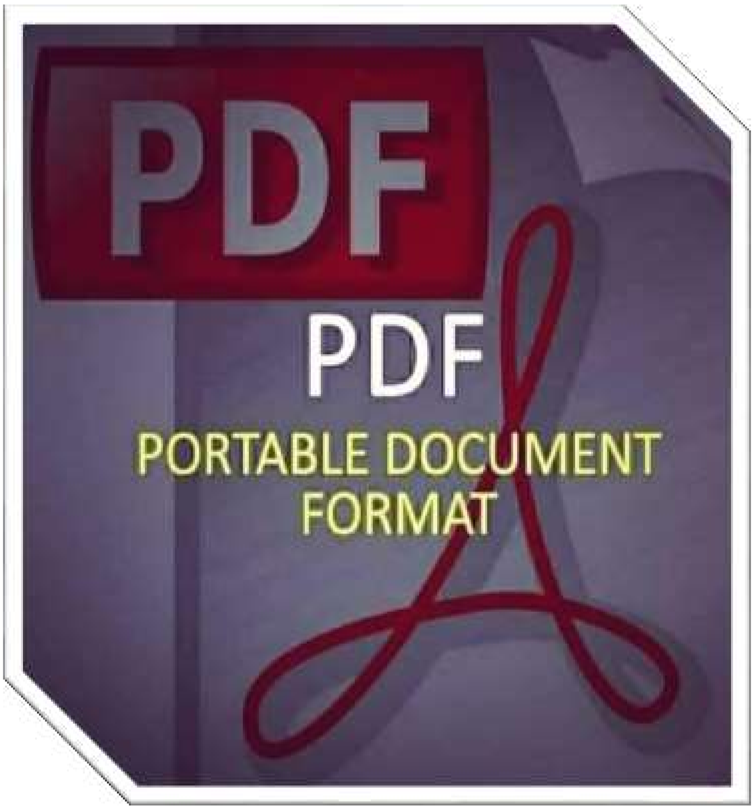
PDF
PDF
PORTABLE DOCUMENT FORMAT

USB
UNIVERSAL SERIAL BUS

★

GIF
GRAPHICS INTERCHANGE FORMAT

LAN
LOCAL AREA NETWORK

HTTP
HYPERTEXT TRANSFER PROTOCOL

★

رجب المرجب کی اہمیت

"بیشک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور بھلے کام کرنے والے مومنین کو بڑے اجر کی بشارت دیتا ہے۔" سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹

یوں تو سارے دن مہینے اور سال اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے سب یکساں لائق احترام ہیں۔ اس کے باوجود کچھ اہم واقعہ کے باعث دنوں، مہینوں اور سال کی بھی خصوصی پہچان بنتی ہے۔ اور واقعہ کی اہمیت کے تناظر میں واقعہ سے متعلق دن، مہینے اور سال بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

رجب المرجب: مذکورہ معروضات کی روشنی میں رجب المرجب بھی ایک عظیم واقعہ کے تناظر میں بہت اہمیت کا حامل مہینہ ہے وہ عظیم واقعہ "سفر معراج" ہے۔ یہ اپنے آپ میں انوکھا اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ مختصراً اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک رات جبرائیلؑ اللہ کے حکم سے پیارے نبی ﷺ کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس لے گئے۔ وہاں پیارے نبی ﷺ نے انبیاء کرامؑ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر یہاں سے جبرائیلؑ آپ کو عالم بالا کی طرف لے گئے۔ مختلف آسمانوں پر مختلف جلیل القدر انبیاء کرامؑ سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوتی ہے۔ اور اللہ رب العزت سے ہمکلامی ہوتی ہے۔

اہمیت: دراصل انبیاء کرامؑ میں سے ہر ایک کو اللہ نے ان کی منصب کی مناسبت سے بیچ کے تمام حجابات ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتین دکھادی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے۔ تاکہ ان کی دعوت محض فلسفہ یا فلسفی کا دعوٰی بن کے نہ رہ جائے کیونکہ فلسفی جو کچھ کہتا ہے وہ قیاس و گمان سے کہتا ہے۔ جبکہ انبیاء کرامؑ نے جو پیغام انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ براہ راست مشاہدے کی بنیاد پر پیش کیا ہے۔ اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کو معراج کا سفر کرایا تاکہ آپ بھی براہ راست مشاہدہ کی بنیاد پر لوگوں کو ایمان بالغیب کی دعوت دیں۔ اس کے لئے اللہ نے آپ کو آسمانی دنیا کی سیر کرائی اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرایا۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کو سورہ بنی اسرائیل کی شکل میں اسلامی منشور عطا کیا، نیز اس عظیم منشور پر عمل آوری اور مستقل اصلاح و تزکیہ کا عمل قائم رکھنے کے لئے نماز کی شکل میں قیمتی تحفہ عنایت کیا۔

پس منظر: سفر معراج سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو مشاہدہ بالغیب کرانے اور دنیا کا نظام جس منشور کے مطابق چلنا تھا وہ ودیعت کرنے کے لئے اللہ نے یہ انوکھا سفر کرایا۔ دراصل اس وقت اس سفر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ پیارے نبی ﷺ کو صرف ایک سال بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ منتقل ہونا تھا۔ اور مختلف مقامات پر پھیلے مسلمانوں کو ایک جگہ سمیٹ کر اسلام کے اصول پر ایک ریاست قائم کرنا تھا۔ اس کے لئے جن بنیادی تعلیمات اور اصول کی ضرورت تھی وہ ایک سال قبل ہی اللہ نے آپ کو عنایت کر دیئے تاکہ لوگوں کو اس سے واقف کرا دیا جائے چنانچہ معراج سے واپسی پر آپ نے لوگوں کو یہ پیغام سنایا۔

پیغام: سفر معراج میں پیارے نبی ﷺ کو اللہ نے دنیا والوں کے لئے سورہ بنی اسرائیل کی شکل میں یہ پیغام دیا کہ انسانی سعادت و شقاوت اور فلاح و خسران کا مدار کن باتوں پر ہے۔ ساتھ ہی توحید، رسالت، آخرت اور قرآن کے برحق ہونے کی دلیل دی گئی۔ نیز اخلاق و تمدن کے وہ بڑے بڑے اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر زندگی کے نظام کو قائم کرنا دعوت محمدی ﷺ کے پیش نظر تھا۔ ★

خصوصاً آیت نمبر ۲۳ سے ۳۷ تک وہ چودہ نکاتی اصول دیئے گئے ہیں جن میں انسانیت اور ریاست کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

تقاضہ: ماہ رجب میں نازل شدہ پیغام کے تقاضے پر غور کرنے سے پہلے مناسب یہ ہو گا کہ رجب المرجب، شعبان المعظم اور رمضان المبارک کے باہمی ربط پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اس سے تقاضائے ماہ رجب کو سمجھنا زیادہ مفید مقصد ہو گا۔ دراصل مذکورہ تینوں مہینے متعین مقصد کے تحت باہم مربوط ہیں وہ متعین مقصد یہ ہے کہ مسلمان کتاب ہدایت (قرآن مجید) کو مقصد کے تحت روزمرہ کی زندگی میں اپنا معمول بنائے تینوں مہینوں کا باہمی ربط اس طرح ہے کہ رجب المرجب نزولِ منشور اسلامی کا مہینہ ہے، شعبان ان اصولوں کے تحت اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے ماحول سازی، فضابندی اور موڈ بنانے کا مہینہ ہے اور رمضان المبارک رجب میں نازل شدہ اصولوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے اور اس کا آئینہ دار بننے کا مہینہ ہے۔ تینوں مہینوں کے باہمی منطقی ربط کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے رجب میں کرنے کا ترجیحی کام یہ ہے کہ اپنا تعلق قرآن سے نسبتاً زیادہ مضبوط کریں۔ یوں تو قرآن کو سمجھ کر پڑھنا زندوں کی طرح زندہ رہنے کے لئے ہر روز ضروری ہے لیکن رجب میں حضور ﷺ کا حیرت انگیز سفر کرانا اور قرآن کے دیگر اجزاء کے مقابلے سورہ بنی اسرائیل کا ڈائریکٹ حوالے کرنا بہر حال شعور و فکر کے بہت سے دریچے کھولتا ہے۔ اس سورہ میں جہاں اس سرچشمہ ہدایت کی حقیقت و ضرورت اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں خدائے واحد کی حاکمیت پر ایمان مستحکم پر متوجہ کیا گیا ہے۔ وہیں چودہ نکاتی پروگرام کے تحت خاندانی، معاشرتی، معاشی اور تمدنی زندگی میں کامیابی کی وہ شاہ کلید پیش کی گئی جو دنیائے انسانیت کو عزت و وقار اور غلبہ و اقتدار سے ہمکنار کرتی ہے مزید اس میں ایسے زریں اصول دئے گئے ہیں جو عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ جس میں امن و سکون، الفت و محبت کی تعلیمات اور باہمی یقین و اعتماد کی روح سرایت ہے۔ جہاں مایوسی، محرومی، بے یقینی، بے اعتمادی اور ظلم و زیادتی سے حفاظت کی مکمل ضمانت ہے۔ اس طرح سورہ بنی اسرائیل کی عظیم الشان تعلیمات اس بات کی متقاضی ہیں کہ مسلمان رجب کی ابتدا ہی سے اس کو سمجھنے میں اپنی پوری صلاحیت کا استعمال کرے اور اسی رہنمائی میں سماج کی اصلاح میں جٹ جائے تاکہ رمضان آتے آتے ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر میں کامیابی ممکن ہو جائے۔ آج کے گوناگوں اور پیچ در پیچ مسائل میں امت مسلمہ کے عزت و وقار اور عالم انسانیت کے امن و سکون کا دارو مدار بہر حال قرآنی تعلیمات ہی پر ہے۔ اس بات کو خود قرآن نے موثر انداز سے سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹ میں اس طرح بیان کیا ہے ترجمہ: "بیشک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔" ساتھ ہی قرآن کے متعلق یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جہاں قرآن سے مطلوبہ تعلق انسانیت کے لئے غلبہ و سربلندی کا ذریعہ ہے وہیں قرآن سے عدم دلچسپی و دوری اور قرآن کو نہ پڑھنے اور نہ سمجھنے کا انجام ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو رجب المرجب کی ابتداء ہی سے متعین مقصد کے ساتھ رمضان المبارک تک قرآن سے شعوری تعلق پیدا کرنے، اس کی ہدایت کا آئینہ دار بننے اور اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی توفیق جزیل عطا کرے۔

★

تربیتِ اولاد کے کچھ آسان فارمولے

☆جو باپ اذان سنتے ہیں ٹی وی بند کر دیتا ہے اور فوراً نماز کے لئے چلا جاتا ہے تو عنقریب وہ اپنے اس طرز عمل سے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا لے گا

☆جو باپ گھر میں داخل ہوتے وقت پہلے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور سلام کا التزام کرتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر مسکراتا ہے تو اس طرح اس کے بچے بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لینا، سلام کرنا اور مسکرانا سیکھیں گے۔

☆جو باپ اپنے والدین کا احترام کرتا ہے اور ان کے ہاتھوں کو چومتا ہے تو عنقریب اس کے بچے بھی اس کے ہاتھ چومیں گے اور اس کی فرمانبرداری کریں گے۔

☆جو باپ گھریلو کام کاج میں اپنی بیوی کا ہاتھ بٹاتا ہے تو اس سے اس کے بچے بھی دوسرے کی مدد کرنا اور باہم تعاون کرنا سیکھیں گے۔

☆جو ماں حجاب نماز اور تلاوت قرآن کی پابند ہو تو اسے دیکھ کر اس کی بیٹی بھی حجاب نماز اور تلاوت قرآن کی پابند بنے گی۔

☆جو ماں باپ بھائی میں اتفاق و مفاہمت کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اپنی اولاد کے سامنے لڑائی جھگڑا اور آواز بلند نہیں کرتے تو ان کے بچے گھر سے محبت کرنے والے ایک دوسرے سے الفت و محبت اور باہمی اتفاق و مفاہمت سے زندگی گزارنے والے ہوتے ہیں۔

☆جو باپ صلہ رحمی کرتا ہے اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ احسان کرتا ہے اور ان سے محبت کے رشتے استوار کیے رہتا ہے تو اس کی اولاد بھی اس سے یہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنا سیکھتی ہے۔

☆جو باپ بعض امور میں اپنی بیوی بچوں سے رائے مشورہ لیتا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر گفت و شنید کرتا ہے اور ان کی رائے کا احترام کرتا ہے تو اس سے اس کے بچے بھی باہمی گفت و شنید باہمی رائے مشورہ اور مثبت رویہ اپنانے کی عادت سیکھتے ہیں۔

☆جو باپ اپنی اولاد کے ساتھ سچائی اپناتا ہے تو اس کی اولاد بھی اس سے سچائی سیکھتی ہے اور جو باپ اولاد کے ساتھ وعدہ وفائی کرتا ہے تو اس کی اولاد بھی اس سے یہ وعدہ وفائی سیکھتی ہے۔

☆جو ماں باپ صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں اور ایک منظم اور مرتب زندگی گزارتے ہیں تو اس سے وہ اپنے بچوں کو ایک مرتب و منظم زندگی گزارنا سکھاتے ہیں۔

★

علم دریچے

جاننا اور ماننا

خواہش، مرضی، تمنّا، طلب اور حرص، اِن سب چیزوں سے ہٹ کر راہ پکڑنے کا نام فقیری اور درویشی ہے۔ جو حکم ہوتا ہے، بِلا چُوں چَرا اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اندیشہ ءسود وزیاں دُنیا کے بندوں کے دِلوں میں ہوتا ہے، فقیروں کے ہاں محض تسلیم ورضا کی بات ہوتی ہے۔ یوں جانو کہ تم "جاننے" والے ہو اور ہم "ماننے" والے ہیں۔"

میرے منہ سے خود بخود نکل گیا۔ "جاننا اور ماننا۔۔۔۔؟"

"جان کر ماننا، توصِرف ماننا اور اگر ایمان سے مانا تو بہت خُوب مانا۔۔۔۔ مومن اُسے کہتے ہیں جو اللہ کریم کو بغیر دیکھے بغیر جانے، اُس پر ایمان لائے اور کافر کہتا ہے کہ پہلے میرے سامنے آؤ، مُجھے اپنا آپ دکھاؤ۔"

گناہ

"بعض گناہ اس لمبی سڑک کی مانند ہوتے ہیں' جن پہ کوئی اسپیڈ بریکر نہیں ہوتا' ان پہ چلنا شروع کرو تو بس انسان پھر چلتا ہی جاتا ہے اور جب تک کوئی بڑا ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے وہ رک نہیں پاتا۔"

زندگی کی دوڑ

"انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف قدم بڑھا رہا ہے مگر سوچنے پر یہ کھلتا ہے کہ موت کی سمت اس کے قدموں کا فاصلہ گھٹتا جارہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا صرف اسی کی ہے اور دنیا سے ہر دن ایک انچ اپنے اندر سے نکال کر موت کی وادی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ مگر یہ قدموں کے فاصلے کون گنتا ہے۔ یہاں تو صرف دوڑ ہے۔ ایک مسمریزم کی دوڑ۔ آگے اور بہتر سے بہتر پانے کی دوڑ۔ کیا کچھ گنوانا پڑتا ہے اس دوڑ میں۔ دل، آرزوئیں، تمنائیں، محبتیں۔ سبھی کچھ۔ مگر کوئی خسارے سے پہلے کچھ سوچتا ہی کب ہے۔

لفظ معلوم کریں

ایک____لڑکی
بازار میں____لینے گئی
اور ایک____عورت سے ٹکرا گئی
اور اسکی ساری____گر گئی

ان چار خالی جگہوں میں ایک ہی لفظ آئے گا۔۔۔

زندگی کا نچوڑ صرف چند باتوں میں

۱: اللہ کے دیئے ہوئے پر راضی رہو ورنہ کوئی اور مالک تلاش کرو جو اس سے زیادہ دے ۔

۲: جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے اُس سے باز آجاؤ ورنہ اسکی کی کائنات سے باہر چلے جاؤ۔

۳: اگر گناہ کرنا چاہتے ہو تو پھر ایسی جگا کرو جہاں اللہ تمھیں دیکھ نا سکے ورنہ گناہ مت کرو۔

۴: اللہ کی عبادت کرو، نہیں تو اسکا دیا ہوا رِزق بھی مت کھاؤ۔

۵: اللہ کے علاوہ کسی اور سے امیدیں وابستہ نا کرو ۔

۶: اللہ پر ایسے توکل رکھو جیسے سانس لیتے ہو۔

۷: یادرکھو یہ دنیا مقام میں بقا نہیں مقام فنا ہے، صبر او شُکر کا دامن تھے رکھو اور سکون اور کامیابی تمہارے ساتھ رہے گی۔

غصہ کیا کرتا ہے

غصہ ہمیشہ تنہا آتا ہے، لیکن جاتے ہوئے اپنے ساتھ ساتھ عقل، اخلاق اور شخصیت کی خوبصورتی کو لے جاتا ہے.

بے مول

اپنے آنسوؤں کو اتنا مہنگا کردو کے کوئی اُنہیں خریدنے کی کوشش نہ کرے اور اپنی مسکراہٹ کو اتنا بے مول کردو کے ہر کوئی اس کو پانے کے چاہت کرے۔

ماڈرن

آپ کو گھٹن نہیں ہوتی اس نقاب میں ؟"

"میرا دل اللہ نے اس کے لئے کھول دیا'سو گھٹن کیسی.....اور ویسے بھی مسلمان لڑکی تو بہت مضبوط ہوتی ہے"

"کیا بہت پڑھے لکھے 'ماڈرن قسم کے لوگوں کے درمیان بیٹھے آپکو احساس کمتری نہیں ہوتا؟"

"بہت ماڈرن قسم کے لوگ تو میرے جیسے ہی ہوتے ہیں نا..میری شریعت تو دنیا کی سب سے ماڈرن (جدید) شریعت ہے..احساس کمتری تو انھیں ہونا چاہیے'جو جاہلیت کے زمانے کا تبرج کرتے ہیں... تبرج سمجھتی ہو؟تم نے دبئی کے وہ اونچے اونچے ٹاورز تو دیکھیں ہونگے... برج العرب'برج الخلیفہ؟اسی برج سے یہ تبرج نکلا ہے..کسی شے کو اتنا نمایاں اور خوبصورت بنانا کے دور سے نظر آئے...وہ صدیوں پہلے یوسف علیہ سلام کے مصر کی عورتیں تھیں جو تبرج'کرتی تھیں..وہ ابو جہل کے عرب کی عورتیں تھیں'جو زیب وزینت کرکے مردوں کے درمیان سے گزرتی تھیں..اگر استنبول کی لڑکیاں ان زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی پیروی کرتی ہیں تو وہ ماڈرن تو نہ ہوئیں نا-ماڈرن تو میں ہوں' تم ہو'پھر شرمندگی کیسی ؟؟؟؟" (ماخوذ "جنت کے پتے)

گزارش

واپڈا والوں سے گزارش ہے کہ:

"اپنے کھمبے اور تاریں لپیٹ کرلے جائیں، پرندوں کے بیٹھنے کے لیے اللہ پاک کوئی اور وسیلہ بنادیں گے" .

شکریہ

کہانی پاکستان کی

میں پاکستان ہوں۔ میری حالت کچھ بہتر نہیں ہے۔ میرے بچے میرے مقروض ہیں۔ میرے سینے میں بہت سے زخم لگے ہوئے ہیں۔ کچھ زخم تو قسمت کی دین ہیں۔ میرا ایک بازو (بنگلا دیش ہی کاٹ دیا گیا لیکن کچھ زخم تو میرے اپنے بچوں کی دیے ہیں۔ چوری، ڈاکے، فرقہ وارانہ فسادات، سیاسی بدعنوانیاں، نسلی تعصبات، ڈاکے اور خودکش حملے یہ وہ زخم ہیں جو میرے بچوں نے مجھ کو دیے۔ کون جانتا ہے کہ میری داستان کس قدر دل گداز ہے۔ کون سا دل ہے جو زبان بے زبانی کو سمجھ سکتا ہے۔۔۔۔ میرے لب بند ہیں مگر میرے دل میں ایک آلاؤ ہے کہ اسکی تپش کوئی اہل درد ہی محسوس کر سکتا ہے۔ اس وقت میری حالت درگوں ہے۔

میری ناگفتہ بے حال، ایک شاندار ماضی کا حامل ہے۔ عرصہ بعید کی بات ہے اس دنیا میں پیدا ہونے سے قبل کے حالات وواقعات جب بھی میرے ذہن میں آتے ہیں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے میرا اس دنیا میں پیدا ہونے کا خواب خالق پاکستان کے یقین محکم، عمل پیہم، عظمت کردار، بلندی نظر، پختگی ارادہ، جذبہ حریت و قومیت اور خلوص وایثار کی وجہ سے شرمندہ تعبیر ہوا اور نہ ہندو وانگریز جیسی دو دھاری تلوار کے درمیان سے بچ نکلنا میرے لیے ناممکن تھا لیکن میں خالق پاکستان اور اللہ کی منشا سے ان کے درمیان میں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

برطانوی حکومت دنیا کی بیشتر حصے پر چھائی ہوئی تھی۔ طاقت کے اعتبار سے مضبوط، حکومت کے رموز کے پوری طرح واقف، انگریز کی نظر محتاط، ذہن چالاک اور اس پر مستزاد اندرون ملک کی اکثریتی ہندو قوم اس کی حاشیہ برادر لومڑی کی طرح عیار اور منافق مسلمانوں کے لیے مار آستین بنی ہوئی تھی میں وہ نہیں تھا جو وراثت میں بسنے والوں کو ملا بلکہ میری بنیادیں استوار کرنے کے لیے ہڈیاں اینٹوں کی جگہ، گوشت گارے کی جگہ اور خون پانی کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اتنی گراں قدر تخلیق کا اندازہ صرف وہ ہی لگا سکتا ہے جس نے میری تعمیر میں حصہ لیا اور اپنا تن من دھن، بیوی بچے، بہن بھائی اور ماں باپ کو قربان کیئے۔ میں یوں ہی حاصل نہیں ہوا تھا بلکہ میرے حصول کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ کتنی ماوں کے سامنے ان کے بچوں کو قتل کر دیا۔ کتنے بے بسوں کے سامنے ان کے خاندان والوں کو گھروں میں بند کر کے ان کو نذر آتش کر دیا۔ پاک دامنوں نے کنوؤں اور ندیوں میں ڈوب کر میری جان کی قیمت ادا کی۔

1947ء کو وہ مبارک دن تھا جب میں دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ ہندوں نے اور انگریزوں نے طرح طرح کی رکاوٹ پیدا کی اور میری مخالفت کی مگر یہ اللہ کا احسان تھا کہ میں بن کر رہا۔ اس وقت مسلمانوں کی زباں پر ایک ہی نعرہ تھا:

ع لے کر رہیں گے پاکستان

بن کر رہے گا پاکستان

دشمنوں نے قائداعظم کی اس تجویز کی تضحیک کی اور میری مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر میرا مطالبہ حق وصداقت پر مبنی تھا اور حق کو منوا کر رہتا ہے اور دشمنوں کے اعزائم خاک میں مل جاتے ہیں۔ آج میں اپنی عظمت کو دنیا میں تسلیم کروچکا ہوں۔ بعض میرے بچے مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، بانی عقیدت سے محبت کرتے ہیں اور ان مجاہدین کے لیے مغفرت کرتے ہیں جنھوں نے میرے حصول کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور تاج برطانیہ کے خلاف اپنے گھر بار کو قربان کیا۔ سلاسل اور زندان کی سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ایسی عظمت والوں کو میں سلام پیش کرتا ہوں۔ جب آزادی کے جذبے سے سرشار ہوگئے تو زندان کی دیواریں لرزاٹھیں۔ فرنگی استعمار کو زوال آگیا اور غلامی کی زنجیریں موئے آتش دیدہ بن گئیں۔

قدرت نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے، دریاوں، ندی اور نالوں کی افراط ہے۔ جس سے زمین سیراب و آباد جاری ہے۔ میرے نوجوان بچے تنومند، حوصلہ مند اور ہنر مند ہیں۔ میرے دل میں ایک خوف تھا جو مجھے کو ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ اور غم کے ملے جلے عالم میں میری زندگی گزر رہی تھی کہ ایک دن کچھ لوگ میرے بچوں کے ساتھ آکر رہنے لگے وہ لوگ کوئی عام لوگ نہیں تھے فسادات برپا کرنے والے لوگ تھے۔ پھر کیا تھا روز میرے معصوم بچے مرنے لگے، میرے اندر سے روز دھماکوں اور گولیوں کی آوازیں گونجنے لگیں ۔میرا جسم گدازباب بن گیا۔ اشک و آہ کا ایک جگر پاش سلسلہ ہے۔ آزادی کے نام پر سیکنڑوں روشن ورعنا چہرے بارود و دھماکوں کے دھواں سے دھندلانے لگے۔ میری نگاہ اپنے اوپر اٹھتی تو میں اپنے بچوں کی حالت دیکھ کر خون کے آنسو رونے لگتا۔ وہاں مجھے خون سے لت پت لاشیں، زخمی جنازوں کی لمبی قطاریں اور میزائلوں کے کھوکھلے حصے دکھائی دیتے جس نے مجھے جگہ جگہ سے زخمی کر دیا۔ میرے ذہن میں بارود کی بوبس چکی تھی اور مجھے کچھ ایسے دہشت گرد دکھائی دے رہے ہیں جو میری جڑیں اندر ہی اندر کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں افسوس کہ یہ بھی میرے جسم کا حصہ ہیں پر نجانے مجھ سے کس بات پر خفا ہیں اور مجھ سے غداری کرنے پر مجبور ہیں۔

لوگوں کی چیخنے اور چلانے کی آوازیں میرے اندر خوف کی لہر دوڑادیتی ہیں

۔مجھے میرے بچوں کی خون سے لت پت لاشیں دکھائی دیتی ہیں، سفید کفن میں لپیٹے ابدی نیند معصوم چہرے دکھائی دیتے ہیں۔ میری مضبوط شاخیں ٹوٹ کر پیوند خاک ہو چکی ہیں۔ معصوم پھول خون میں لتھڑے ہوئے ہیں اور ٹوٹ کر منوں مٹی تلے دفن ہو چکے ہیں۔ میں اب ایک ویرانہ سا ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنے زخمی جسم کو سہلایا تو میرے جسم کے جگہ جگہ سے خون رس رہا ہے۔ میری نرم ونازک ٹانگیں صیاد کی بے رحم گرفت میں ہیں۔ اس نے پھر مجھے غلام کی زنجیر میں جکڑ لیا ہے۔ اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو آنسو روانی میں بہنے لگتے ہیں اور اب ایسا لگتا ہے کہ میرا ایک تکلیف دہ دور کا آغاز ہو گیا ہے۔ جو بھی آیا اس نے میرے سینے کو زخموں سے بھر دیا اور اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا۔ ان حالات کے باوجود میں اب بھی زندہ ہوں۔ اور اپنی ماضی کی حسین یادوں کو سہلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ:

ع زندگی نام ہے مر مر کے جئے جانے کا

★

میں پاکستان اب غلامی امریکہ کی زنجیروں قید میں ہوں۔ مجھے صرف اپنی قسمت سے گلہ ہے اور کسی سے بھی نہیں۔۔۔۔۔

یہ میری آپ بیتی ہے ازل سے لے کر ابد تک۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں اب تنہارہ گیاہوں اور اکثر شب تنہائی میں ماضی کے حسین خواب دیکھتا رہتا ہوں اور سوچتاہوں کہ شاید زندگی ناتمام آرزوں کے ہجوم کو کہتے ہیں یا شاید خلوص و وفا کے صلے میں زمانے کی سرد مہری ہی اس کا صحیح مفہوم ہے۔ اس امید پر میں اب تک زندہ ہوں کہ شاید کوئی قائداعظم کی طرح ابھر کر آئے اور مجھے غلامی کی زنجیروں اور سلگتے ہوئے زخموں سے آزاد کرائے۔ میرا ماضی ایک نالہ گداز ہے اور حال ایک آہ اور نارسا۔۔۔

؏ حیات ایک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں شاید

خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کر آتی ہے

ہنسی گھر

☆ بیٹا(باپ سے) کیا آپ اندھیرے میں لکھ سکتے ہیں۔ باپ۔ ہاں ہاں اس میں کیا مشکل ہے۔ بیٹا تو پھر جلدی سے لائٹ بجھا کر میری اسکول رپورٹ پر دستخط کر دیں۔

☆استاد (شاگرد سے)بتاؤ دودھ کے دانتوں کے بعد کون سے دانت نکلتے ہیں؟ شاگرد: جناب چائے کے دانت!

☆ ایک انسپکٹر سکول کے معائنے کے لیے تشریف لائے ساتویں جماعت میں داخل ہو کر انہوں نے بلیک بورڈ پر فقرہ لکھا”ہم دودھ پیتا ہے“ اور ایک لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا”اس جملے میں کیا غلطی ہے؟“۔ لڑکے نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا:”جناب آپ کی لکھائی بہت خراب ہے“۔

☆ دو اطالوی لڑکے بینک لوٹنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ پہلے لڑکے نے کہا۔ ”پہلے ہم بینک نمبر ایک، پھر بینک نمبر دو، پھر بینک نمبر چار لوٹیں گے۔“ ”مگر تم بینک نمبر تین تو بھول گئے۔“ دوسرے لڑکے نے کہا۔ ”بے وقوف میں اسے بھولا نہیں۔ ہم جو بینک لوٹیں گے۔ اس کی رقم بینک نمبر تین میں جمع کرائیں گے۔“

☆ ماسٹر صاحب کلاس میں بچوں کو دودھ کے فائدے بتا رہے تھے۔ انہوں نے ایک بچے سے پوچھا۔ ”اچھا بھئی عمران...ایسی چھ چیزوں کے نام بتاؤ جن میں دودھ ہوتا ہے۔“ ظفر سوچتے ہوئے بولا۔ ”دہی، کھیر، آئس کریم اور تین بھینسیں۔

☆ ایک لیڈر جس کا بدقسمتی سے بایاں کان کٹا ہوا تھا‘بڑے جوشیلے انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا:”میں قوم کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہوں“۔ مجمع میں سے آواز آئی:”جناب!کان کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں“۔

☆ ایک لڑکا باغ میں درخت پر چڑھا آم توڑ رہا تھا کہ اتنے میں چوکیدار آگیا وہ غصے سے بولا؟ شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے بتا تیرا باپ کہاں ہے۔ لڑکا نہایت معصومیت سے بولا۔ وہ دوسرے درخت پر چڑھے ہوئے ہیں؟

☆ ایک زرعی ادارے میں خالی اسامی کے لئے انٹرویو لیا جارہا تھا۔ باس اور امیدوار کے درمیان کچھ یوں سوال وجواب ہوئے۔ باس... آپ کا کوئی سابقہ تجربہ ہے؟ امیدوار...جی ہاں، میں نیویارک کی سبزی منڈی میں دس سال ریسرچ آفیسر رہا۔ باس...ویسے کس نوعیت کا کام وہاں کرتے تھے؟ امیدوار...جناب! میں چھوٹے اور بڑے آلوؤں کو الگ الگ بوریوں میں ڈالتا تھا۔

★

بوجھو تو جانیں

☆ خالی کب ہوا ایک گڑھا
جب دیکھو ہے بھرا پڑا

☆ خوب پلاؤ چلتا جائے
پیاسا ہو تو رک جائے

☆ گورا گورا دیکھو لوگوں چوں نہ کرو اور کھاؤ
آگ لگے پانی سے اس میں اس کی بوجھ بتاؤ

☆ جب بھی دستر خوان بچھایا ایک ایسا مہمان بھی آیا
جو ٹھا کر دے سب کھانا اور مشکل ہوا اسے بھگانا

☆ رہتی ہے وہ جال بچھائے
خود نہیں تھکتی سب کو تھکائے

☆ ہے شرط اس میں خاموش ہونا
چاندی تو کیا پھر ملتا ہے سونا

☆ ایک جتھے کا وہ سردار آندھی ہے جس کی رفتار
اس کے ساتھ اسکے گھوڑے آگے پیچھے سب دوڑے

☆ نیچے سے اوپر جاتی ہے اوپر سے نیچے آتی ہے
آپ کا سارا بوجھ اٹھا کر یوں ہی وہ آتی جاتی ہے

☆ اک ناری نے آفت ڈھائی
آگ بگولہ بن کر آئی
جس کو پایا چت کر ڈالا
کس بل سب منٹوں میں نکالا

☆ ہر اک جانے اس کا نام
ہر گھر میں ہے اس کا کام
سیدھا ہو تو ہے تلوار
کبڑا ہو تو ہے بے کار

جوابات

۱: کنواں ۲: فاؤنٹین پین ۳: چونا ۴: مکھی

۵: سڑک ۶: دھواں ۷: ریل کا انجن اور ڈبے

۸: سیڑھی ۹: استری ۱۰: چاقو

گھریلو ٹوٹکے

پیاز کھائیں

پیاز کھانے سے خون پتلا رہتا ہے، کیونکہ اس میں سلفائیڈ وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے، یہ بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے جس سے جسم کا کولیسٹرول لیول نارمل رہتا ہے۔

گھیگوار کا جادو

گھیگوار کا پودا اپنے اندر بے شمار طبی فوائد کا خزانہ لئے ہوئے ہے، اس کا گودا جلدی امراض، معدے کی خرابی، دانت کا درد، پٹھوں کی تکلیف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ روز ایک پتے کا گودا کھانے سے کمر اور جوڑوں کا درد نہیں ہوتا۔

عجوہ کھجور

عجوہ کا درخت نبی ﷺ نے خود لگایا۔
عجوہ کھجوروں کے امراض، ذہنی امراض، بخار، جگر کی سوزش، شوگر جیسے امراض کے لئے کار آمد ہے۔

ناریل پانی، مزے کے ساتھ فوائد بے شمار

تحقیق کے مطابق ناریل کے پانی میں کثرت سے غیر تکسیدی اجزاء پائے جاتے ہیں جو دماغ کو تازہ اور جسم کو ملائم کرتے ہیں، نیز جسم کو طاقت دیتے ہیں۔

★

یوگا کے فائدے

یوگا سنسکرت لفظ "یوج" سے نکلا ہے، جس کے معنی متحد ہونے کے ہیں۔ یوگا ماہرین کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں جسم کا دماغ سے رابطہ پیدا کر کے کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

درجن بھر سے زائد قسمیں رکھنے والا یوگا کے متعلق انٹرنیٹ پر خاصا مفید مواد موجود ہے تاہم ماہرین تجویز کرتے ہیں کہ ویڈیوز کی مدد سے یوگا کا تجربہ خود کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ کسی ماہر کی زیر نگرانی اس عمل سے گزرا جائے۔

عمومی طور پر یوگا کو پانچ ہزار برس قبل شمالی ہندوستان میں متعارف کروایا گیا ایسا عمل سمجھا جاتا ہے جو ہندوازم سے متعلق ہے تاہم ماہرین اسے درست نہیں مانتے۔ یوگا جرنل کے مطابق ہندوازم، بدھ ازم اور یوگا تینوں ویدک سے نکلی شاخیں ہیں۔ اس کا مقصد ذہن اور جسم کو ایک ایسے عمل سے گزارنا تھا جو انسان کو خود شناسی کی منزل پانے میں معاون ہو سکے تاہم گزرتے وقت کے ساتھ یہ غلط تصورات کا شکار ہوتا چلا گیا۔

انسانی جسم میں طاقت اور قوت پیدا کرنے کے لیے یوگا بہت فائدہ مند ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ وزن کم کرنے میں یوگا انتہائی مفید ہے۔ سخت ورزش اور کم غذا استعمال کرنے کے مقابلے میں یوگا کرنا آسان ہے۔ خواتین کا کہنا ہے کہ یوگا سے انہیں وزن گھٹانے اور چربی کم کرنے میں مدد ملی۔

اگر آپ بھی نیند کی کمی کا شکار ہیں تو آپ کے مسئلہ کا حل بہت آسان ہے۔ ایک تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ یوگا کرنے والے جلد سو جاتے ہیں اور اٹھنے کے بعد تازہ دم ہو کر اٹھتے ہیں۔

2005 میں منظر عام پر آنے والی ایک تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ کمر کا درد کا علاج یوگا سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ جس سے آپ کئی مہینوں تک درد سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

جسم میں سوزش، جلن اور سوجن کینسر، شوگر یہاں تک کے امراض قلب کا بھی سبب ہو سکتی ہے۔ 2014 میں ایک تجزیاتی رپورٹ سامنے آئی جس میں یوگا کو سوزش سے پیدا ہونے والے سرخ نشان ختم کرنے میں مفید قرار دیا گیا۔

ڈپریشن کے شکار لوگوں کو خاص طور پر یوگا کرنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے دل کی دھڑکن اور خون کا دباؤ کم ہوتا اور سانس لینے میں آسانی ہوتی ہے۔ یوگا سے جسم میں ہونے والی تبدیلی ڈپریشن کم کر کے دماغ کو سکون دیتا ہے۔ زمانہ قدیم میں جہاں چین اور جاپان میں کراٹے، کنگفو اور جوڈو مقبول تھے وہیں پاکستان اور بھارت میں کشتی لڑنے والے پہلوانوں کی دھوم ہوتی تھی۔ مگر آج کل کے نوجوان ورزش اور یوگا سے خود کو تندرست رکھتے ہیں۔ ★

انسانی جسم و ذہن کو تازگی دینے کا ذریعہ بننے والے یوگا کی مختلف اقسام مختلف عمر اور مختلف جسمانی ساخت کے حامل لوگوں کے لیے تجویز کی جاتی ہیں۔

یوگا ماہرین کے مطابق دیگر جسمانی مشقوں کی طرح اسے روزانہ کرنا لازم نہیں ہے، ہفتہ میں کسی ایک روز ایک گھنٹہ کے لیے یوگا کی مشق بھی نتائج کے لیے کافی ہے۔

یوگا کو وزن کم کرنے کا ذریعہ تو تسلیم کیا جاتا ہے تاہم جسمانی وزن کی کمی کے لیے اس سے بہتر مشقیں موجود ہیں۔ ماہرین صحت کے مطابق وزن میں کمی کے لیے صرف یوگا پر انحصار درست نہیں البتہ یہ مشق آپ کو وزن کم کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہونے میں معاون رہتی ہے۔

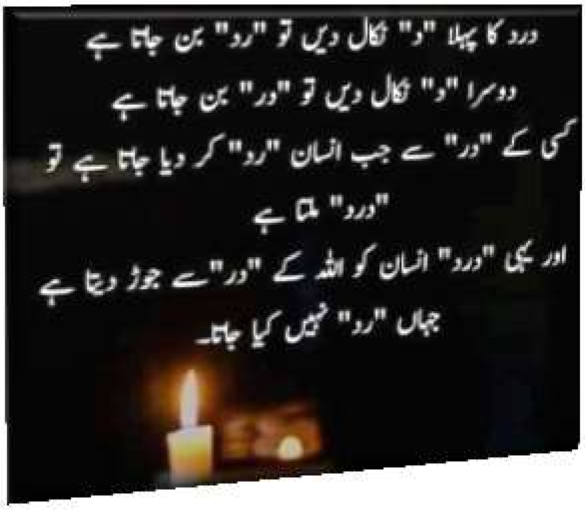

★

کھانا خزانہ

ہریسہ لاہوری
اجزاء:
ابلی ہوئی گیہوں 1 پاؤ
دہی 1 پاؤ
پیاز 1 عدد
تیل 1 کپ
چکن کڑاہی والی 1/2 کلو
پسی ہری مرچ 50 گرام
پسی لال مرچ 1 چائے کا چمچ
ہلدی 1 چائے کا چمچ
نمک 1 چائے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ 1 کھانے کا چمچ
ابلی ہوئی پالک 4 کھانے کے چمچ
کباب بنانے کے اجزاء:
چکن کا قیمہ 200 گرام
لہسن کا پیسٹ 1 چائے کا چمچ
نمک 1/2 چائے کا چمچ
پسی لال مرچ 1/2 چائے کا چمچ
چاٹ مصالحہ حسب ضرورت
ترکیب:
☆ایک پتیلی میں 1/2 کپ تیل گرم کرکے 1 عدد پیاز براؤن کر لیں۔
☆اب اس میں 1/2 کلو چکن، 1 کھانے کا چمچ ادرک لہسن کا پیسٹ، 1 پاؤ دہی، 4 کھانے کے چمچ ابلی ہوئی پالک، 50 گرام پسی ہری مرچ، 1 چائے کا چمچ نمک، 1 چائے کا چمچ پسی لال مرچ اور 1 چائے کا چمچ ہلدی ڈال کر ہلکی آنچ پر ڈھک کر پکا لیں۔
☆جب چکن گل جائے تو اس میں 1 پاؤ ابلی ہوئی گیہوں کو پیس کر شامل کر دیں۔
☆کباب بنانے کے لیے 200 گرام چکن کے قیمے میں 1/2 چائے کا چمچ پسی لال مرچ، 1/2 چائے کا چمچ نمک اور 1 چائے کا چمچ لہسن کا پیسٹ مکس کرکے ایک انچ کے چپٹے کباب بنا لیں۔
☆پھر گرم تیل میں انہیں فرائی کرکے تیل کے ساتھ ہریسے میں شامل کر دیں۔
☆آخر میں حسب ضرورت چاٹ مصالحہ چھڑک کر سرو کریں۔

★

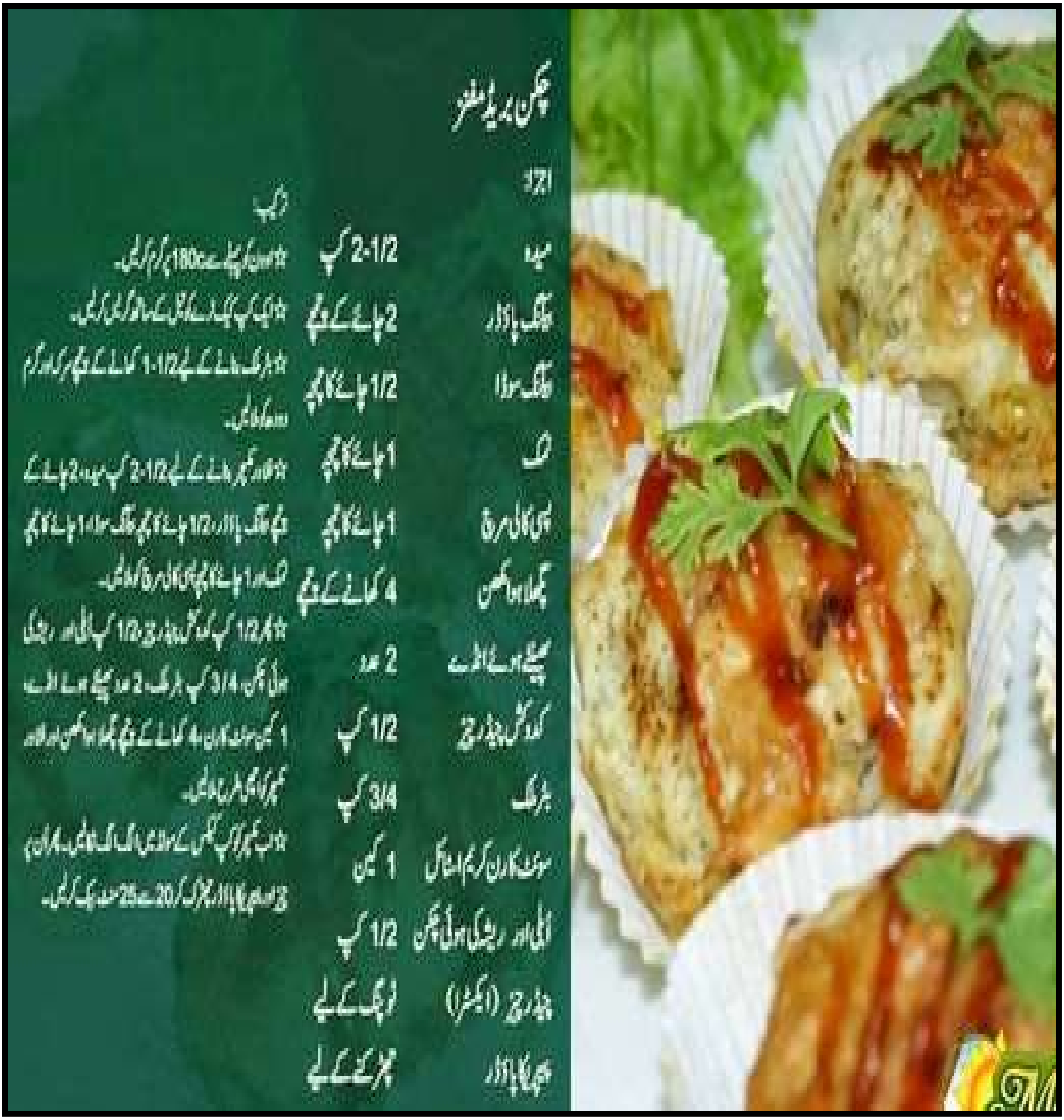
چکن بریڈ مفنز
اجزا
میدہ 2-1/2 کپ
بیکنگ پاؤڈر 2 چائے کے چمچ
بیکنگ سوڈا 1/2 چائے کا چمچ
نمک 1 چائے کا چمچ
پسی کالی مرچ 1 چائے کا چمچ
پگھلا ہوا مکھن 4 کھانے کے چمچ
پھینٹے ہوئے انڈے 2 عدد
کدوکش چیڈر چیز 1/2 کپ
بٹر ملک 3/4 کپ
سویٹ کارن کریم اسٹائل 1 کین
ابلی اور ریشہ کی ہوئی چکن 1/2 کپ
چیڈر چیز (ایکسٹرا) ٹاپنگ کے لیے
چلی پاؤڈر چھڑکنے کے لیے
ترکیب
☆ اوون کو پہلے سے 180c پر گرم کر لیں۔
☆ ایک کپ کیک ٹرے کو تیل سے اچھی طرح گریس کر لیں۔
☆ بٹر ملک بنانے کے لیے 1-1/2 کھانے کے چمچ سرکہ اور گرم دودھ ملا لیں۔
☆ آمیزہ بنانے کے لیے 2-1/2 کپ میدہ، 2 چائے کے چمچ بیکنگ پاؤڈر، 1/2 چائے کا چمچ بیکنگ سوڈا، 1 چائے کا چمچ نمک اور 1 چائے کا چمچ پسی کالی مرچ کو ملا لیں۔
☆ 1/2 کپ کدوکش چیڈر چیز، 1/2 کپ ابلی اور ریشہ کی ہوئی چکن، 3/4 کپ بٹر ملک، 2 عدد پھینٹے ہوئے انڈے، 1 کین سویٹ کارن اور 4 کھانے کے چمچ پگھلا ہوا مکھن اور آمیزہ کو اچھی طرح ملا لیں۔
☆ اب آمیزے کو کپ کیک کے سانچوں میں الگ الگ ڈال دیں۔ ہر ایک پر چیز اور چلی پاؤڈر چھڑک کر 20 سے 25 منٹ بیک کر لیں۔

بیت بازی

ع نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

ع رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے

ع رہا گردشوں میں ہر دم میرے عشق کا ستارہ
کبھی ڈگمگائی کشتی کبھی کھو گیا کنارہ

ع ریختہ کے تمہیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

ع اڑتے اڑتے آس کا پنچھی دور افق میں ڈوب گیا
روتے روتے بیٹھ گئی آواز کس سودائی کی

ع آج مشکل تھا سنبھلنا اے دوست
تُو مصیبت میں عجب یاد آیا

ع وہ چشمِ مست کتنی خبر دار تھی عدمؔ
خود ہوش میں رہی ہمیں بدنام کر دیا

ع یارب غمِ ہجر اں میں اتنا تو کیا ہوتا
جو ہاتھ جگر پہ ہے وہ دستِ دعا ہوتا

ع نہ جانے کون سا فقرہ کہاں رقم ہو جائے
دلوں کا حال بھی اب کون کس سے کہتا ہے

ع نصیب جن کو تیرے رخ کی دید ہوتی ہے
وہ خوش نصیب ہیں خوب ان کی بھی عید ہوتی ہے

مسنون اذکار

زندگی میں آسانی کی دعائیں

روزمرہ معاملات میں آسانی

- رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ [طٰہٰ:25-26]

اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔

- اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَھْلًا، وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا۔

اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر وہی جسے تو آسان کر دے اور تو جب چاہتا ہے غم کو آسان کر دیتا ہے۔
[السلسلة الصحيحة:2886]

معاملات کی درستگی کے لیے دعا

- رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ [الکھف:10]

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں درستگی عطا فرما۔

- اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ [سنن أبي داؤد:5090]

اے اللہ! میں تیری رحمت کی اُمید رکھتا ہوں، تو مجھے آنکھ جھپکنے تک کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے لیے میرے سارے معاملات درست فرما دے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

- اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔ [صحیح مسلم:6903]

نماز میں کل 13 فرض ہیں۔

جس میں کسی ایک کا نہ کرنے سے نماز دوبارہ ادا کرنی پڑتی ہے۔

1۔ بدن کا پاک ہونا
2۔ کپڑوں کا پاک ہونا
3۔ ستر یعنی اورات کا ڈھانپنا
4۔ نماز کی جگہ کا پاک ہونا
5۔ نماز کا صحیح وقت ہونا
6۔ قبلہ کی طرف رخ کرنا
7۔ نماز کی نیت کرنا
8۔ تکبیر تحریمہ
9۔ قیام (یعنی کھڑا ہونا)
10۔ قراءت
11۔ رکوع
12۔ 2 سجدے
13۔ التحیات

یہ فرض صرف یاد دھانی کیلئے لکھے گئے ھیں اس مین غلطی کی گنجائش ھوسکتی ھے۔

غسل میں کل 3 فرض ہیں

جس میں کسی ایک کا نہ کرنے سے غسل نہیں ہوتا۔

1۔ 3 بار پانی سے منہ بھر کے کلی کرنا
2۔ 3 بار ناک میں پانی ڈالنا
3۔ سارے جسم پر پانی بہانا (پانی سے جسم کا کوئی حصہ سوئی کے سر کے برابر بھی باقی نہ رہے)

یہ فرض صرف یاد دھانی کیلئے لکھے گئے ھیں اس مین غلطی کی گنجائش ھوسکتی ھے۔